اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور

نگران اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

عزیزان گرامی!

بہت سے اللہ کے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر الٰہی کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا! اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف وہراس طاری ہو جاتا ہے خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا۔

حضرت شیخ الہند رح

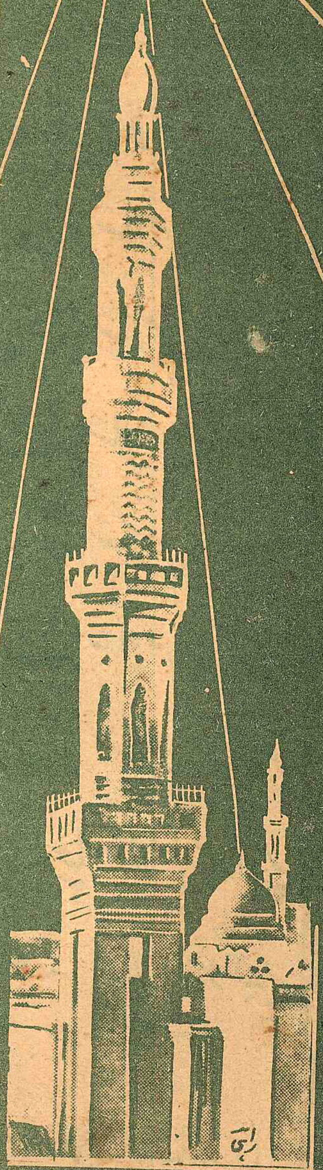

ٹیلیفون نمبر ٦٧٧١٥ | ہفت روزہ ترجما[ن]

باسمہٖ تعالیٰ

سلام بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

اے انبیاء کے مسیحا سلام ہو تجھ پر
اے تاجدارِ مدینہ سلام ہو تجھ پر

خدائے قادرِ مطلق کا شاہکار ہے تو
تو دو جہاں سے نرالا سلام ہو تجھ پر

ترے مقام کو ادراک چھو نہیں سکتا
تو بے مثیل و یگانہ سلام ہو تجھ پر

تو ہی نویدِ مسیح و تو ہی دعائے خلیل
ترا مقام ہے بالا سلام ہو تجھ پر

ترا وجود اندھیروں میں نور کا مینار
ترے ہی دم سے اجالا سلام ہو تجھ پر

ترا جواب نہ پیدا ہوا نہ ہوگا کبھی
تو اپنی ذات میں یکتا! سلام ہو تجھ پر

ہے کائنات میں شہرہ تیری جلالت کا
ترا ہی نام ہے طٰہٰ سلام ہو تجھ پر

تجھے سیادتِ کونین کا ملا منصب
تو لامکان پہ پہنچا سلام ہو تجھ پر

تجھے خدا نے "رؤف الرحیم" فرمایا!
تو رحمتوں کا خزینہ سلام ہو تجھ پر

ترے لیے ہی بچھایا بساطِ عالم کو
تجھے ہی حق نے سراہا سلام ہو تجھ پر

ترے بغیر مکمل نہیں نماز میری
ترا اذان میں چرچا سلام ہو تجھ پر

تو جس طرف بھی رواں ہو فضا معطر ہو
ترا گلاب پسینہ سلام ہو تجھ پر

کہاں سے حضرتِ حسانؓ کی زباں لاؤں
بیاں ہو کیسے سراپا سلام ہو تجھ پر

اکرام القادری

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۳

جمعۃ المبارک ۱۷ جنوری ۱۹۷۵ء

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

رئیس الادارہ
اکرام القادری

مجلس ادارت
ڈاکٹر احمد حسین کمال
مولانا سعید احمد رائے پوری
سیّد مطلوب علی زیدی
عُمیر الہاشمی

بدل اشتراک

سالانہ	۳۸ روپے
ششماہی	۱۹ روپے
سہ ماہی	۹/۵۰

فی پرچہ
۷۵ پیسے

بُنیادی انسانی حقوق

ماہرینِ قانون کی عالمی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے جناب چیف جسٹس حمود الرحمن صاحب نے بجا طور پر کہا کہ: "آج ہم انسانی حقوق کا تذکرہ تو بہت کرتے ہیں، لیکن ہم نے اس اصل منبع کو بھلا دیا ہے جہاں سے چودہ سو سال قبل ان حقوق کی ابتدا ہوئی اور جس منبع سے پورے عالم نے فائدہ اٹھایا۔ ہمیں اس منبع کی طرف لوٹنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہی ہماری متاع ہے اور اس سے پُوری انسانیت فیض حاصل کر سکتی ہے۔" جسٹس صاحب نے مزید کہا کہ "قرآن اور سنت کی روشنی میں بنیادی انسانی حقوق کا تعین آج سے چودہ سو برس قبل ہی کر دیا گیا تھا۔ اب اگر ہم مضبوطی اور ایمانداری سے قرآن و سنت کی مقرر کردہ حدود کا پاس کرتے ہوئے ان حقوق کا جائزہ لیں تو ہمیں کسی قسم کے مطالبہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

محترم جسٹس صاحب کی یہ تقریر یقیناً اس "روشن خیال" مغرب زدہ طبقے کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو اسلامیات کی ابجد تک سے نابلد ہونے کے باوجود اپنی ہمہ دانی و ہمہ بینی کی خوش کن غلطی میں مبتلا ہے۔ اس طبقے کی تاثر پذیری اور مرعوبیت کا یہ عالم ہے کہ مغرب سے درآمد شدہ ہر گمراہ کن نظریہ اور ہر غلط بات اس کے لیے حرزِ جاں اور مایۂ صد افتخار ہے۔ اس طبقے کے ذہن میں یہ سودا سمایا ہوا ہے کہ جاں بلب انسانیت کے درد کا درماں اور دکھوں کا علاج اگر کہیں ہو سکتا ہے تو خدا اور آخرت سے انکاری ازموں کی دہلیز پر۔ سوشلزم کمیونزم، کیپٹیلزم اور مغربی جمہوریت ایسے مبنی بر دہریت نظام اس عقلیت پسند عقل سے عاری اور دین سے ناآشنا گروہ کی آنکھوں کو خیرہ کیے ہوئے ہیں۔ اسلام کے نظام عدل و مساوات میں انہیں انسانی بنیادی حقوق کی جھلک دور دور تک نظر نہیں آتی۔ خلافت راشدہ کی بات یہ سمجھتے ہیں کہ چودہ سو برس پرانی ہے۔ اسلام ان کے جوارح میں تو کجا ان کے ذہنوں تک میں نہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ یہ طبقہ اس ملک میں پَر پُرزے نکال رہا ہے جو بیش بہا قربانیوں اور فقید المثال جد و جہد کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ اس ملک کے موسسین کا اولین نعرہ یہ تھا کہ پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ قائم کی جائے گی۔ خلافت راشدہ کے دَور کی بہاریں پھر سے لوٹ آئیں گی اور اسلامی تعزیرات کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ لیکن ۲۷ سال کے طویل عرصے میں جس قدر مذاق اور زیادتی اسلام اور اسلام کے بہی خواہوں سے روا رکھی گئی شاذ و نادر باید۔

اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے علمبرداروں کے لیے پاکستان کی ہر صبح امتحان و آزمائش کے ہزاروں مرحلے لے کر نمودار ہوتی رہی ہے، مگر لائق صد ہزار تحسین و آفریں ہیں یہ داعیین الی الحق جو آزمائش و ابتلا کی صبر آزما گھاٹیوں اور کڑی راہوں سے بیک جست کامیاب و کامران ہو کر نکلتے رہے۔

ہم یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ جو کچھ جسٹس حمود الرحمن ایسے علوم مغربیہ کے ماہر نے کہا ہے اگر یہی کچھ اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے داعی مولانا مفتی محمود صاحب یا دیگر علوم اسلامیہ کے ماہرین کہیں تو ہمارا "روشن خیال" طبقہ اسے مولوی کی بات اور مذہبی جنون کہہ کر ٹال دیتا ہے۔ مگر ایک ایسے شخص کی

... پریس میں چھپا اور مولانا عبیداللہ انور نے ... شائع کیا

کی طرف سے اس صدائے حق و صداقت کا بلند ہونا جس کی زندگی کا طویل حصہ مغربی علوم کے مطالعہ میں گزرا ہو، اسلام کے علاوہ دیگر ازموں پر یقین رکھنے والوں کے لیے ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنے کی بات ہے۔

یہ بات دو اور دو چار کی طرح حقیقت ہے کہ اس ملک کی بقا اور سلامتی اسلامی نظام کے عملی نفاذ میں مضمر ہے۔ اسلامی نظام کا نفاذ ہی اس ملک کی اصل اساس ہے۔

جہاں تک انسان کی بنیادی ضروریات کا تعلق ہے اسلام ان کا کفیل و ضامن ہے۔ اسلام کو خیر باد کہ کر کسی اور ازم میں انسان کے بنیادی حقوق اور بنیادی ضروریات تلاش کرنا شب یلدا کو روز روشن کہنے کے مترادف ہے۔ اسلام جامع اور مکمل نظام ہے کسی ازم کی پیوند کاری ایسی دو عملی اور تذبذب کی پرخطر راہ ہے جو کسی وقت بھی مکمل تباہی پر منتج ہو سکتی ہے۔ برسر اقتدار طبقہ اگر آج بھی خلوص دل سے اسلامی نظام کی تنفیذ کی راہ پر گامزن ہونے کی سعی کرے تو ذلت و نکبت سے بچ سکتا ہے اور اسی میں ملک کی بقاء و سلامتی ہے۔

خان عبدالغفار خان

جیسے کہ آپ کو علم ہے کہ ان دنوں سرخپوش رہنما خان عبدالغفار خان صاحب لاہور آئے ہوئے ہیں۔ وہ چوہدری ظہور الٰہی کے مکان پر فروکش ہیں۔ باچا خان کی یہ آمد بالکل غیر سیاسی اور نجی نوعیت کی ہے۔ ان کا سارا وقت مختلف طبقہ خیال کے لوگوں سے ملنے ملانے میں گزر جاتا ہے۔ ہر وقت ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ وہ شیرانوالہ جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا عبید اللہ انور صاحب کی امامت میں نماز جمعہ ادا کرنے آئے تو عوام کا بے پناہ ہجوم ان کے گرد جمع ہو گیا۔ بعد ازاں چند ساتھیوں کی ہمراہی میں ملاقات کے دوران ایک صاحب نے بلوچستان کی صورتحال سے متعلق سوال کیا تو باچا خان نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "عوامی حکومت" نے مجھے بلوچستان جانے سے روک دیا ہے۔

ہمارے نزدیک "عوامی حکومت" کا یہ اقدام قابل مذمت ہونے کے باوجود حیرت زا نہیں، "عوامی حکومت" اپنے تن لاغیر میں توانائی پیدا کرنے کے لیے اپوزیشن رہنماؤں پر قدغنوں اور پابندیوں کا گلوکوز بہم پہونچاتی رہتی ہے۔ شروع دن سے عوامی حکومت کا وجود سیکورٹی فورس، پولیس تشدد دفعہ ۱۴۴ اور پکڑ دھکڑ کے عناصر اربعہ سے قائم ہے حزب اقتدار کے جغادری شب و روز دورے کریں قانون کے ماتھے پر شکن تک نمودار نہیں ہوتا مگر اپوزیشن رہنما جونہی کسی دورے کا پروگرام یا ارادہ کریں یک چشم قانون فوراً حرکت میں آجاتا ہے،

قانون کے نام سے قانون کی مٹی پلید کرنا عوامی حکومت کے دور کی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ کس قدر مضحکہ خیز حرکت ہے کہ ایک شخص محض نجی پروگرام پر لاہور آتا ہے اور حکومت کی صحت متاثر ہونے لگتی ہے۔ حکومت کو اگر سوجھی ہے تو وہ یہ کہ باچا خان بلوچستان نہ جائیں۔ اس کبر سنی اور پیرانہ سالی میں باچا خان کے بلوچستان جانے سے وہ حکومت لرزاں براندام ہے جو اپنی جمہوریت پسندی کا راگ الاپتے نہیں تھکتی جس کو دعویٰ ہے کہ بلوچستان میں مکمل امن و امان ہے۔ ہم عوامی حکومت سے سوال کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے دعووں میں صادق ہے تو یہ قدغنیں اور پابندیاں کیوں؟ اس قسم کی ناروا پابندیوں سے حکومت کے کھوکھلے اور جھوٹے دعووں کی قلعی کھل جاتی ہے، مولانا مفتی محمود صاحب نے درست فرمایا تھا کہ اگر مسٹر بھٹو بلوچستان کی صورت حال کے سلسلے میں کھلی کچہری لگائیں تو میں ایک ہزار گواہ پیش کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن مفتی صاحب کا یہ چیلنج آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ عوامی حکومت، کے کسی کرتا دھرتا کو لب کشائی تک کی جرأت نہ ہوئی، بلکہ باچا خان کو بلوچستان جانے سے روکنے پر اس چیلنج کی صداقت مزید عیاں ہو گئی۔

بروقت انتباہ

زلزلہ زدگان کے لیے شاہ فیصل کی امداد کے بعد لیبیا کے سربراہ کرنل قذافی نے سولہ کروڑ روپے کی خطیر رقم کا چیک مسٹر بھٹو کو عنایت فرمایا ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک ہزار یتیم بچوں کی پرورش و کفالت کا بھی اعلان کیا ہے۔ دیگر بیرونی ممالک سے بھی مسلسل امداد موصول ہو رہی ہے۔

زلزلہ زدگان کی امداد کے سلسلے میں خصوصاً عرب ممالک جس فراخ دلی، انسانی ہمدردی اور اسلامی اخوت کا ثبوت بہم پہونچا رہے ہیں وہ بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ اس تمام امداد و اعانت کے باوجود مصدقہ اطلاعات کے مطابق زلزلہ زدگان کو بروقت اور مناسب امداد نہیں پہونچ رہی اور یہ آفت رسیدہ کسمپرسی کے عالم میں سسکیاں لے رہے ہیں۔ ہم نے حکومت کو بروقت انتباہ کیا تھا کہ محض رسمی بیانات تک اپنے آپ کو محدود نہ رکھے ایسے موقعوں پر عملی اور ٹھوس اقدام کی ضرورت ہے۔ ہم نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ بعض درندہ صفت انسان ان موقعوں پر آفت رسیدگان تک امداد پہونچنے نہیں دیتے۔ زلزلہ زدہ علاقے سے مسلسل خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ حکمران پارٹی کے ارکان بندر بانٹ میں مصروف ہیں۔ یہ لوگ حق بحقدار رسید کی بجائے آپا دھاپی میں لگے ہوتے ہیں۔ کاش عوامی حکومت اس قومی و انسانی مسئلے کو اپنی ساکھ اور عزت نفس کا مسئلہ نہ بناتی (اپوزیشن رہنماؤں کو بروقت اعتماد میں لے کر ہزاروں قیمتی جانوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچایا جا سکتا تھا۔ مگر ہمارا تجربہ ہے کہ عوامی حکومت صحیح بات پر کان دھرنا اپنے اصول اور ضابطوں کی شکست سمجھتی ہے۔

عرب

مشرق و مغرب کی سیاست

دُنیا میں امن و جنگ کی بات

احمد حسین کمال

گذشتہ چوتھائی صدی میں جبکہ مشرقِ وسطیٰ کے تنازعہ میں نت نئی الجھنوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اسرائیل ایک ایسی نفسیاتی فضا میں باہمی مذاکرات کی کوششیں کرتا رہا ہے۔ جہاں فاتح کی حیثیت سے وہ مفتوح سے اپنی شرائط منوا سکے۔ یہ صورتحال بلاشبہ عربوں کے لیے درست نہ تھی۔ جو جارحیت کا شکار ہوئے تھے۔ جنیوا امن کانفرنس اس اعتبار سے ہی اہم تھی کہ پہلی بار اس میں عرب مساوی بنیادوں پر اپنا حق استعمال کرنے آئے تھے۔ اس سے قبل وہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ سے اپنے اتحاد کا احساس لے کر نکلے تھے۔ نئی جنگ میں انھیں سوویت اسلحہ کی وجہ سے اپنی فوجوں کی جنگی صلاحیتوں پر اعتماد حاصل ہوا تھا۔ دوسری طرف ان کے دشمن کا یہ تصوّر پاش پاش ہوا تھا کہ "اسرائیل ناقابلِ تسخیر" ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسرائیل کو زبردست بین الاقوامی تنہائی کا احساس بھی ہوا تھا۔

اس اجلاس میں شرکا کی مساوی حیثیت کی ضمانت بہت حد تک سوویت یونین اور امریکہ کی مشترکہ چیئرمین شپ سے بھی ملی تھی۔ یہ دونوں بڑی طاقتیں مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال میں مثبت کردار ادا کرنے پر چونکہ آمادہ تھیں۔ اسی لیے اس کانفرنس کی وجہ سے جنیوا میں سیاسی کارکردگی کی اہمیّت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہ بات دسمبر ۱۹۷۳ء کے اواخر کی تھی۔ سوویت یونین اور امریکہ کے درمیان تعلقات کی بہتری سے مشرقِ وسطیٰ میں قیام امن کی کوششوں میں بھی بہت مدد ملی تھی۔ تمام مسائل کے جامع سیاسی تصفیہ کی تلاش کا مرحلہ پہلی بار شروع کیا گیا تھا۔

بدقسمتی سے ایک سال قبل اس ضرورت کا احساس نہیں کیا گیا تھا۔ اور جنیوا کانفرنس صرف دو دن بعد ختم ہو گئی تھی۔ اور اپنے پیچھے وہ نام نہاد فوجی عامل گروپ چھوڑ گئی تھی۔ جس میں مصر اور اسرائیل کے نمائندے فوجوں کی علیحدگی کے معاہدے کی سر توڑ کوششیں کر رہے تھے۔ اس قسم کی نیم فوجی نیم سیاسی کوششوں سے بعد کے مہینوں میں مشرقِ وسطیٰ میں سیاسی فکر اور کوشش کو نقصان پہنچا۔

جیسا کہ بعد میں واضح ہوا فریقین نے جو اپنے مفادات کے اعتبار سے بُعدُالمشرقین رکھتے تھے اپنی واضح پالیسیاں ظاہر کر دیں۔ عرب ملک اس خواہش اور عزم سے سرشار تھے کہ اپنی مقبوضہ زمینوں کے کسی نہ کسی حصّہ کو جلد سے جلد آزاد کرایا جائے۔ ان کو دو طرفہ معاہدوں کے ان نکات پر بھروسہ تھا جن میں کہا گیا تھا کہ سینائی اور کوہ جولان کے محاذوں سے فوجوں کی علیحدگی کو پائیدار اور حتمی امن کی راہ میں پہلا قدم قرار دیا جاتے۔ کیا ایسا امن اسرائیل سے تمام عرب مقبوضہ علاقوں کو خالی کرائے بغیر ممکن ہے؟ مشرقِ وسطیٰ کی چار جنگیں اس سوال کا جواب نفی میں دیتی ہیں۔ ایسے ہی دوسرے سوال اور اندیشے تل ابیب کے صیہونی حکمرانوں کے ذہنوں میں بھی تھے ان سے وہ لوگ بھی متاثر تھے۔ جو مصالحت کے لیے جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان کو امید تھی کہ فوجوں کی علیحدگی کے بارے میں جداگانہ مذاکرات کے ذریعہ سے عربی حکومتوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اور عرب دنیا کے اتحاد کو نقصان پہنچایا جا سکے گا اسرائیل نے چاہا تھا کہ وہ دوسروں کی مقبوضہ سرزمین کے ہر ہر حصّہ کے بدلے میں کافی سیاسی مراعات حاصل کر لے۔ ان سفارتی سازشوں کی گہرائی میں ایک اور منصوبہ پوشیدہ تھا اس کا مقصد سوویت یونین کو مشرقِ وسطیٰ کے تصفیہ میں شرکت سے باز رکھنا تھا تاکہ اس طرح عرب ملکوں کے موقف کو کمزور کیا جا سکے۔

وقت نے ان منصوبوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ جیسا کہ امید تھی فوجوں کو علیحدگی سے بھی مشرقِ وسطیٰ میں تلخی اور کشیدگی کم نہیں ہوئی ہے۔ اسرائیل کی مسلسل اشتعال انگیزیاں لبنان میں شہری آبادیوں پر حملے فلسطینی کیمپوں اور شام پر قاتلانہ یلغاریں۔ ان سب باتوں نے ایک بار پھر اس علاقے کو آتش گیر اور دھماکہ خیز بنا دیا ہے۔ اب یہ بات بالکل واضح ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں کسی وقت بھی کوئی نیا دھماکہ ہو سکتا ہے۔ یہ دھماکہ اس صورت میں ہو سکتا ہے اگر جلد ہی تضادات کی نین

بقیہ: ص ۱۴ پر

نثار احمد گوجرانوالہ

حقائق و واقعات

اگر آج ملک کے ذرائع اطلاعات و نشریات سے یہ اعلان نشر ہو کہ عدالتیں توڑ دی گیئں اور ججوں کو معطل کر دیا گیا۔ قانون کی حکمرانی ختم کر دی گئی۔ عدل و انصاف صرف عیاشی اور فساد کا نام ہے جس کا یہ ملک متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور انصاف وہی ہے جو بھٹو صاحب کی حکومت کا فیصلہ یا اعلان ہو گا۔ ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا جائے کہ پبلک سروس کمیشن توڑ دیا گیا ہے۔ ملازمتوں کا تقرر تمام تر حکمران پارٹی کی سفارش پر ہو گا کسی کی ملازمت کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ روزگار کا حق تسلیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ حکومت کی طرف سے انعام ہو گا۔ اور یہ انعام حکمران پارٹی کی سفارش یا پارٹی کے وفادار لوگوں کو ہی دیا جا سکتا ہے دوسرا کوئی اس انعام کا مستحق نہیں اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا جائے کہ تمام شہریوں کی جان و مال پر حکومت کو ہر طرح تصرف کا حق حاصل ہے۔ وہ جس کی جو چیز چاہے قبضہ میں کر لے اور جس کو چاہے قتل کر دے یا جیل میں ڈال دے چونکہ جو لوگ حکمران پارٹی کے وفادار ہونگے وہ ہی ملک کے بھی وفادار سمجھے جائیں گے باقی کوئی ملک کا وفادار نہیں سب ملک دشمن اور غدار ہیں اور ان سب کو چن چن کر ٹھکانے لگا دیا جائے اس پر کسی کو اعتراض و احتجاج کا حق حاصل نہیں۔ اس پر جن لوگوں نے مظاہرے کرتے یا احتجاجی جلوس و جلسے کرنے کی کوشش کی تو اسے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی سمجھا جائیگا۔ اور یہ لوگ مجرم اور سزا کے مستحق ہوں گے۔ اگر یہ اعلان ریڈیو اور ٹیلیویژن سے نشر کئے جائیں۔ تو ملک کا ہر شخص چونک اٹھے گا۔ اور ملک کے لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ کہ کیا آپ نے یہ اعلان سنا ہے؟ کیا واقعی یہی اعلان ہوا ہے۔؟ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً جلسوں اور احتجاجی جلوسوں کی صورت اختیار کر کے ایسی آگ کی شکل میں رونما ہونگے کہ یہ ظالم اور جابر حکمرانوں کی جبروتیت کا خاتمہ اور ان کی ذلت کا سامان ہو گا لیکن اگر یہی سب کچھ بغیر کسی اعلان کے کیا جائے۔ اور شعبہ اطلاعات و نشریات پر قدغن لگا دی جائے تو کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگے گی کوئی احتجاج و اضطراب پیدا نہیں ہو گا۔ غالباً حکمران طبقہ نے یہی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔ اور یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہمیں حکومت کرنے کا بہترین نسخہ اور قیمتی کلیہ ہاتھ آ گیا ہے جیسے ہم اپوزیشن کو کچل کر غیر جمہوری طریقہ سے ملک اور عوام کا استحصال کرتے رہیں گے۔ اور ہوس اقتدار ہمیشہ پوری کرتے رہیں گے۔ چنانچہ بر سر اقتدار ٹولہ نے جس تیزی سے اپنے حریفوں کو پابند سلاسل اور قتل و غارت کرنا شروع کیا شاید اس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں کیا۔ پوری دنیا کے جمہوری ملکوں میں نہ مل سکے۔ یہ چند گذارشات میں نے یوں ہی عرض نہیں کیں۔ بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ بلوچستان میں جس طریقہ سے اکثریت کی حکومت کو توڑ کر اقلیت کو گولی کے ذریعہ سے مسلط کیا گیا۔ اور منتخب نمائندوں کو جھوٹے الزام لگا کر جیلوں میں ٹھونس دیا گیا ہے۔ پچھلے دنوں سانگھڑ کے سول جج مسٹر اویس کو گرفتار کر کے توہین عدالت کی بدترین مثال قائم کی گئی۔ بلوچستان کے حق گو رہنما بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی لیڈر حضرت مولانا سید شمس الدینؒ کو شہید کر دیا گیا۔ لاہور میں خواجہ محمد رفیق کو شہید کیا۔ احمد رضا قصوری پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس میں اس کے والد نواب محمد احمد خاں شہید ہو گئے۔ جماعت اسلامی کے ڈاکٹر نذیر کو شہید کر دیا گیا۔ عبدالصمد اچکزئی کو شہید کیا گیا۔ سرگودھا میں راؤ عبدالمنان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ ملک میں پولیس کے تشدد سے جو بڑی تعداد شہید ہوئی ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے خصوصاً بلوچستان میں تو لوگ بڑی تعداد میں پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ لاہور سے راولپنڈی جاتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کے قائد حضرت علامہ مولینا مفتی محمود و نیپ کے رہنما خان عبدالولی خاں پر گوجرانوالہ ریلوے اسٹیشن پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس میں پتھراؤ اور گولیوں کا عام استعمال کیا گیا اس کے نتیجہ میں متعدد کارکن زخمی ہوئے پھر وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر بھی ان راہنماؤں پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس میں دستی بموں کا بھی استعمال ہوا۔ خان عبدالولی خاں پر عین اسوقت جب وہ خطاب کر رہے تھے دستی بم پھینکا گیا لیکن ہاتھ میں پکڑے ہوئے مائیک سے ٹکرا کر ضائع ہو گیا۔ پھر جہلم میں حملہ ہوا۔ دونوں جگہ بیسیوں کارکن زخمی ہوئے۔ ایک ہی سفر میں تین چار قاتلانہ حملے بر سر اقتدار ٹولہ کی نیت کو صاف ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اسی سفر میں قوم کے محترم لیڈروں کو جن سے عوام کی امیدیں وابستہ ہیں۔ قتل کرانا چاہتے تھے۔ اللہ رب العزت کا نہایت ہی احسان ہے اس نے امداد فرما کر ظالموں کے ارادے ناکام کر دیئے اور انہیں ذلالت سے ہمکنار کیا۔ اس پر کہ خان عبدالقیوم خان وزیر داخلہ فرماتے ہیں کہ گولی کی سیاست کی بات کرنے والے ملک دشمن ہیں۔ اور انہوں نے ابھی تک دل سے ملک تسلیم نہیں کیا اگر اندرون ملک ان کو ختم کر دیا جائے تو بیرون ملک سرحدوں پر حملے کا خطرہ ختم ہو جائیگا۔ خان موصوف سے میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے مشرقی پاکستان میں اسی پالیسی پر عمل نہیں کیا؟ آپ یحیٰی خان کے مشیر خاص تھے اور آج بھی بلوچستان میں اسی پالیسی پر عمل کیا جا رہا۔ کیا گولی کی سیاست آپ ہی عمل پیرا نہیں ہے؟ کیا یہی خان اعظم اور ان کے سیاسی ہمزلفوں کی "با اصول" اور "جمہوری" سیاست ہے؟

علامہ خالد محمود (برمنگھم)

ائمہ ہدایت اور ائمہ ضلالت

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حق اور باطل کی معرکہ آرائی برابر جاری رہے تو جس طرح ہدایت مسلسل رہے گی گمراہی بھی برابر چلے گی۔ اب ان کا امتیاز کیسے ہو؟ جواباً گذارش ہے کہ خطِ مستقیم صرف ایک ہوتا ہے اور ٹیڑھے خط کئی۔ ہدایت کی راہ صرف ایک ہے اور باطل کی راہیں کئی ہیں۔ اسی لیے ظلمتوں کو جمع کی صورت میں اور نور کو واحد کی صورت میں ذکر کیا ہے۔ جعل الظلمات والنور (پ ۷، سورۃ الانعام)

پس ہدایت کے باقی رہنے میں مسلسل رشتے کی بقا ہے اور گمراہی کے باقی رہنے میں ایک طریق کی بقا ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی کوئی گمراہی سر اٹھاتے اور کبھی کوئی گمراہی دم مارے، گمراہی میں گو وہ سب برابر ہوں، مگر ہر گمراہی کی راہ ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔ جیسے ٹیڑھے خط آپس میں سب مختلف ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمۂ ضلالت کبھی اپنے طریق کو کبھی ایک دوسرے کی طرف اسناد نہیں کرتے۔ نمرود شداد، فرعون، ہامان سب اپنے اپنے وقت میں ائمۃ الکفر تھے، مگر ایک دوسرے سے انتساب کے ہرگز مدعی نہ تھے۔ بخلاف ان کے انبیائے کرام جو ائمۂ ہدایت تھے۔ سب ایک دوسرے کے مصدق اور ایک ہی راستے کے داعی تھے۔

اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ۔

(پ ۷، سورۃ انعام)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم ہوا کہ "یہ سارا طبقہ میرے رستے پر تھا آپ بھی اسی راہ پر چلیں"، نبوت کے جھوٹے مدعی اور انکار حدیث کے مبلغین مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، مرزا غلام احمد عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز یہ سب گمراہی کے امام ہیں، مگر آپس میں کوئی انتساب نہیں رکھتے اور نہ ان میں سے کسی نے اپنے طریق کفر کو اپنے قبل سے اسناد کیا ہے۔ یہ سب اپنے اپنے طریقے کے موجد ہوئے ہیں۔ بخلاف ان کے وہ تمام اہل حق جو ان ائمۂ ضلالت کے مقابلے میں ائمۂ ہدایت بنے آپس میں اسناد و اعتماد رکھتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسیلمہ کذاب کے خلاف اٹھے، ان کی غلامی پر وہ سب اہل حق فخر کرتے ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد کی تحریک کا مقابلہ کیا، بلکہ علماً و عملاً وہ اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی پیروی سمجھتے ہیں۔ ختم نبوت کے عقیدہ میں یہ امت کا اتصال ہے، مگر یہ مدعیان نبوت آپس میں متصل نہیں۔ مسٹر پرویز اپنی فکر کے خود موجد ہیں، لیکن ان کے خلاف اٹھنے والے اپنے مسلک کے موجد نہیں۔ وہ پہلے کے متوارث دین کے داعی ہیں اور اپنے متقدمین اہل حق کی پیروی کو ہی راہ نجات سمجھتے ہیں۔ حق ایک مسلسل راہ ہدایت ہے جس کے کارکن آپس میں اسناد و اعتماد رکھتے ہیں۔

اور باطل کی راہیں گو ہر دور میں موجود رہیں، لیکن وہ آپس میں مسلسل اور مربوط نہیں۔ حق کا امتیاز اس کا اسنادی پہلو ہے۔ حق ایک راہ ہے جو مسلسل چلی آرہی ہے۔ یہی صراطِ مستقیم (سیدھی راہ) ہے اور اس کے سوا باقی سب سُبل (کئی راہیں) ہیں: وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ

(پ ۸ سورۃ الانعام)

یہ میری ایک سیدھی راہ ہے۔ اسی پر چلو اور متعدد راہوں پر نہ چلو۔ یہ تمہیں میری راہ سے جدا کر دیں گی۔

سیدھی راہ چلنے والے اہل حق جو انبیاء کرام کی پیروی میں اس راہ پر چلے وہ گو انفراداً انفراداً معصوم نہ تھے، مگر ان کا مجموعی موقف ضرور معصوم رہا اور اسی طریق سے ہدایت کی راہ آگے پھیلتی رہی، اسی میں اسلام کی بقا تھی اور اسی میں اسلام کی زندگی تھی یہ صحیح ہے کہ انفراداً معصوم نہ ہونے کی وجہ سے ان میں بھی اختلاف اور نزاعات ہوتے، مگر ان کے اختلافات فروعات کے اختلاف تھے، اصول و عقائد کے نہیں۔ ہم ان کی توجیہ کرتے ہیں، تردید نہیں کرتے اور فقہی اختلافات میں انہیں راجح اور مرجوح سے آگے نہیں جانے دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سب کے باوجود یہ ایک راہ ہے اور یہ راہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی جماعت کی راہ ہے۔ یہ سب اہل حق اپنے ہر عقیدے اور عمل کی سند اپنے پہلوں سے لیتے رہے اور اسی طریق سے یہ متوارث دین ہم تک

پہونچا ہے۔

یہ سلسلہ صحابہ کرام سے چلا اور بارھویں صدی کے بعد یہ اسناد حضرت امام شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلویؒ کے خاندان میں جمع ہو گئے۔ پاک و ہند بلکہ بیشتر بلاد عربیہ کی دینی فضا اسی گھرانے سے قائم ہوئی اور اپنے بعد والوں کے لیے یہی خاندان روشنی کا مینار رہا۔

حضرت شاہ صاحب کے بیٹوں شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے قرآن پاک کے پہلے اردو ترجمے لکھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے حدیث و فقہ کی مسند سنبھالی۔ انگریزی عملداری میں ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا اور حضرت شاہ صاحبؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ عملی جہاد کے لیے اٹھے۔ بعد میں آنے والے سب اہل علم اسی گھرانے سے سند لیتے رہے اور یہی خاندان ان ممالک میں اہل حق کا سلسلہ اسناد اور مرکز اعتماد تھا۔

اسی عہد کے قریب قریب یورپ صدیوں کی نیند سے بیدار ہوا تھا۔ انگریز ہندوستان میں اپنے پاؤں مضبوط کر رہے تھے۔ مسلم حکمرانوں کی باہمی مخالفت کا انہوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور DIVIDEAND RULE کی راہ سے وہ پورے ہندوستان پر قابض ہو گئے۔ مسلم ممالک اور تہذیب اسلام کے تحفظ کے لیے یہ نہایت نازک وقت تھا۔ یورپ کے بڑھتے ہوئے اقتدار نے مسلم ممالک کو تہذیب جدید کی راہیں دکھائیں "وقت کے تقاضوں پر پورا اترنا چاہیے" یہ ایک بڑا حسین عنوان تھا۔ جدت پسندی کے نام سے مغرب پسندی اپنا دامن پھیلا رہی تھی۔ محدثین دہلی کے پیرو وقت کے تقاضوں سے غافل نہ تھے مگر وہ دیکھ رہے تھے کہ MODERNISATION کی راہ سے WESTERNISATION ہمارے گھروں میں گھس رہی ہے۔ سماجی اور اقتصادی تبدیلیاں جب اقتدار کے سائے میں پروان چڑھیں تو دینی اور روحانی قدروں کی زمین بھی ہل جاتی ہے۔

اس باب میں عثمانی ترکوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ترک قوم مصطفےٰ کمال کی قیادت میں اپنے ماضی سے کٹ گئی اور مغربی قدروں میں بہہ کر اپنے رسم الخط تک کو بدل ڈالا۔ آیندہ ترک نسلیں ایک عظیم ذخیرۂ علم سے جو عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں مشرقی رسم الخط میں پھیلا ہوا تھا۔ محروم ہو گئیں۔ ترک کلچر مغربیت میں فنا ہو گیا اور ایک عظیم اسلامی سلطنت اپنے ماضی سے یکسر کٹ گئی۔

ہندوستان کے مسلمانوں اور خاص کر محدثین دہلی کے علم و فکر کے وارثوں کے لیے یہ وقت بڑا نازک تھا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد اس باب میں کہ اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے مسلم مفکرین کی آراء مختلف تھیں۔

۱- بعض مسلم مفکر یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے لیے دفتروں اور ملازمتوں میں کچھ رعایت لے کر مغربی فکر و نظر سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے اور مسلمانوں کو دنیوی تعلیم میں اتنا آگے نکلنا چاہیے کہ غلام ہندوستان میں وہ کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ یہ رستہ ابتدا میں بالکل بے ضرر تھا، لیکن مغربی فکر و نظر سے سمجھوتہ کرتے ہوئے انجام کار اپنے ماضی سے کٹنا لازمی تھا۔ چنانچہ جلد ہی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عقائد و افکار میں ڈھلنے لگے اور اعمال وسعتِ قلب BROADMINDEDNESS کی بھینٹ چڑھنے لگے۔ اسی دور کے قریب سرسیدؒ نے علیگڈھ سکول کی بنیاد رکھی (جو بعد میں کالج اور یونیورسٹی تک پہونچ گیا) اور جدید تعلیم یافتہ مسلمان اس نظریہ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ ایک اچھی فکر تھی، مگر وقتی تدبیر تھی جس کا متوارث اسلام سے کوئی اسنادی تعلق نہ تھا۔

۲- محدثین دہلی کے پیرو اس بات کے حامی تھے کہ گو جنگ آزادی میں ہم ناکام ہو چکے ہیں، مگر مغربی فکر و نظر سے سمجھوتہ نہ ہونا چاہیے۔ انگریزی زبان بے شک سیکھ لی جائے، مگر انگریزی تہذیب تمدن کو نہ اپنایا جائے اور درس و تدریس اور تزکیہ و تعلیم کے ذریعہ اسلام کی علمی اور فکری قوت کو محفوظ رکھا جائے جس سے پھر کسی وقت راہِ عمل کے چراغ روشن ہو سکیں۔ یہ حضرات اپنی فکر و نظر کے موجد نہ تھے۔ علوم نبوت کے ترجمان اور متوارث اسلام کے وارث تھے اور اسی راہ سے وہ ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے۔ ان کا اسنادی پہلو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بزرگانِ اسلامؒ اور محدثینِ دہلیؒ سے مربوط تھا۔ اسی دور کے قریب اہلِ سنت والجماعت کی مشہور دینی درس گاہ دار العلوم دیوبند قائم ہوئی۔

۳- مسلمانانِ ہند میں ایک یہ خیال بھی کام کر رہا تھا کہ نماز روزہ جیسے چند اعمال اسلام کو باقی رکھ کر انگریزی عملداری کو خلوص قلب سے اپنا لیا جائے اور انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل سمجھا جائے یہ لوگ دین اور دنیا کی تقسیم کے حامی تھے اور دنیوی مراعات حاصل کرنے کے سوا ان کا کوئی مطمح نظر نہ تھا۔ انگریزوں سے کامل وفاداری کے اظہار کے لیے یہ لوگ محدثین دہلیؒ کے خلاف بھی کبھی کبھی دم مارتے تھے اور ان کی مرکزی دینی رہنمائی انہیں بہت کھٹکتی تھی۔ اس دور کے قریب کچھ دنیا دار مشائخ کو استحکام ملا اور ان کی گدیوں نے باقاعدہ شکل اختیار کی، مگر انگریزوں کو اولی الامر میں داخل کرنے کے لیے ان کی آواز پھر بھی کافی نہ تھی۔ ابھی تک علمی چراغ محدثین دہلیؒ کے دم سے ہی روشن تھے۔ اس کام کے لیے نبوت کی ہدایت درکار تھی۔ انگریزوں نے ضرورت محسوس کی کہ غلام ہندوستان میں ایک نبوت بھی قائم کی جائے جو انہیں اپنے اولی الامر میں داخل کرے۔

چنانچہ ۱۸۶۹ء میں انگریزوں نے ایک کمیشن لندن سے ہندوستان بھیجا تاکہ وہ انگریز کے متعلق مسلمانوں کا مزاج معلوم کرے اور آیندہ کے لیے مسلمان کو رام کرنے کے لیے تجاویز مرتب کرے۔ اس کمیشن نے ایک سال ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کے حالات معلوم کیے۔

باسمہ سبحانہٗ

سید نفیس الحسینی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ

اپنے معاصر تذکرہ نگاروں کی نظر میں

سفینۂ رحمانی

مولفہ: حافظ عبدالرحمٰن حیرت جھنجانوی
سن تالیف: ۱۲۹۸ ہجری، ۱۸۸۰ عیسوی

پہلی اور دوسری قسط میں "حدائق الحنفیہ" اور "انوار العارفین" سے اقتباس پیش کرنے کے بعد زیرِ نظر تیسری قسط میں "سفینۂ رحمانی" سے حضرت حجۃ الاسلام کا تذکرہ نقل کیا جاتا ہے "سفینۂ رحمانی" ۱۸۸۴ء میں مطبع نولکشور لکھنو میں پہلی بار طبع ہوا، سرِورق پر کتاب اور مؤلف کتاب کا نام یوں تحریر ہے:

سفینۂ رحمانی مصنفہ یکہ تازِ میدانِ نغز گفتاری، جادو بیان، شیریں کلام، حلاوت بخش کام جان شکرباری حکیم فطانت تعظیم، ناظم و ناثر، سراپا دانش و خبرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ حیرت"

یہ کتاب تین سفینوں پر مشتمل ہے:

سفینۂ نخستین: در ذکر بادشاہانِ والا شکوہ،
سفینۂ دومی: در حالاتِ درویشان سعادت پژوہ
سفینۂ سومی: در حکایات مختلف فوائد خیز ندرت آمیز

سفینۂ رحمانی: فارسی نثر کا نہایت عمدہ شاہکار ہے منشی احسان الحق احسن نے "سفینۂ پرفیض" سے ۱۲۹۸ سنِ تالیف نکالا ہے۔

سائز ۲۰×۲۶/۸ ۔ صفحات: ۱۳۴

فاضل مؤلف "حجۃ اسلام" حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے فضل و کمال کا شیفتہ و فریفتہ ہے۔ "سفینۂ رحمانی" کے صـ ۱۱۹ پر یوں عقیدت کے موتی نچھاور کرتا ہے:

شیر بیشۂ فضل و کمال، بوی دلآویز گلزارِ عشق ایزد ذوالجلال، شمع شبستان طریقت و شریعت مہر سپہر حقیقت و معرفت، عالم کامل و در جود و سخا رشک حاتم جناب حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہٗ از گزیدہ علماء و سنجیدہ فضلائے قصبہ نانوتہ بودہ است۔ منازلِ علوم گوناگوں نشیب و فرازِ رموز فنون بوقلموں بقدمِ ہمت و نیروی فرتاب خداداد نیکو پیمودہ بود۔ اورا کانِ علوم و مخزن فنون باید گفت، آنچہ در توصیف او منشی اندیشہ برنگارد، سجاست و ہر قدر کہ تعریفش سرائیدہ آید زیبا است۔ بر اسرارِ تصوف و صفای باطنی از فیض و رہنمائی حاجی امداد اللہ صاحب عبور وافر داشت۔ و در میدان ورع و تقوے لوای انا لا غیری می افراشت۔ تابشِ ذہن و ذکائش درخشاں تر از برق خاطف بود و تقریر دلپذیرش ہرگونہ مشکلات علمی و حکمی را کاشف۔ آنچہ در ہمہ عمر دیدہ و شنیدہ بود ہمہ محفوظ خاطر بود۔ سینۂ اورا نمونۂ لوح محفوظ باید گفت و لآلی آبدار اندرز و نصیحتش را در رشتۂ جاں باید سفت از لبس شریں کلام و عذب البیان بودہ و گوئی سبقت از ہمہ علمائے موجودہ زمان ربودہ تاریخ پنجم جمادی الاول سنہ یکہزار و دو صد و ہفت و نہ ہجری ازیں کارگاہ کن، فیکون رخت ہستی بر داشتہ راہی ملک جاوید شد، زادگاہ نانوتہ و آرامگاہ واپسیں قصبہ دیوبند است۔

صـ ۱۱۹، ۱۲۰

ترجمہ:

بیشۂ فضل و کمال کے شیر، گلزارِ عشق الٰہی کی خوشبو، شبستانِ طریقت و شریعت کی شمع، آسمانِ حقیقت و معرفت کے خورشید، عالم کامل اور جود و سخا میں رشکِ حاتم جناب حضرت مولوی محمد قاسم صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے) قصبۂ نانوتہ کے برگزیدہ علماء و فضلاء میں سے تھے۔ طرح طرح کے علوم کی منزلیں، اور قسم قسم فنون کے رموز اور ان کے نشیب و فراز انھوں نے اپنی خداداد ہمت و استعداد سے کامل طور پر طے کیے تھے۔ انھیں کانِ علوم اور مخزنِ فنون کہنا چاہئیے۔ ان کی توصیف میں منشیٔ فکر و خیال جو بھی لکھے سجا ہے۔

اور ان کی تعریف جس قدر بھی کی زیبا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے فیض اور رہنمائی سے صفائے باطن اور تصوف کے اسرار پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ اور میدانِ زہد و تقویٰ میں "انا لا غیری" کا علم بلند کیے ہوئے تھے۔ ان کے ذہن و ذکا کی روشنی بجلی سے زیادہ چکاچوند ان کی تقریر دلپذیر ہر قسم کی مشکلاتِ علمی و حکمی کو

کھول دیتی تھی۔

عمر بھر میں جو پڑھا اور سنا سب سینے میں محفوظ تھا۔ ان کے سینے کو نمونۂ لوح محفوظ کہنا چاہیے۔ ان کے پند و نصائح کے آبدار موتی رشتۂ جاں میں پرونے کے قابل ہیں۔

نہایت درجہ شیریں کلام، شیریں بیاں تھے۔ اور موجودہ زمانے کے تمام علماء سے گوئی سبقت لے گئے۔ بتاریخ ۵ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ کو اس دنیائے فانی سے جہانِ باقی کو رحلت فرمائی جائے پیدائش آپ کی نانوتہ اور آخری آرام گاہ دیوبند میں ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کے انتقال پر فاضل مولف نے جو غم و اندوہ محسوس کیا۔ "سفینۂ رحمانی" میں حکایت در مرگ یارانِ ہمدم و ہمنفسان ملائک شیم" کے ایک ایک لفظ سے اس کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہ ایک منثور مرثیہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"حکایت در مرگ یارانِ ہمدم و ہمنفسان ملائک شیم، چیزیکہ مذاقِ زندگی را بہ مرِ تلخ سازد و شاخِ معاشرتِ دنیوی را از کار و تند بادِ فنا برد، مرگِ یاران است و ہوائی کہ ثمرِ آرزو را از اوجِ عنفوانِ خام و ناپختہ فرو ریزد و خونِ طائرانِ چمن را از خنجرِ ظلم و ستم در زمینِ حسرت بریزد (مرگ یاران است) دریچہ روح و رواں را رنگِ نکبت و مصائب چوں ماہیِ بے آب تپاند و عروسِ راحت را از بختِ خورمی و بہجت فرود آوردہ در زاویۂ ظلمتِ اندوہ و تاریکیِ حزن نشاند (مرگِ یاران است)، و سیلابیکہ بنای کاخِ فراخِ ارتباطِ یاران و انبساطِ غمخواراں را بخاک ہلاک آرد و بہ سنگِ انہاک انداز و نقشِ بشاشت و خوش دلی را از جرائد سینہ از کار و غم جان فرسا حک سازد۔ (مرگِ یاران است) پانزدہم اپریل ۱۸۸۰ عیسوی چہ روز قیامت و وحشت بار است کہ رو نمود چہ ہنگامۂ محشر سینہ فگار است کہ پیش آمد۔ اعنی محبّ دلنواز سرمایۂ اعزاز و امتیاز امام الاتقیاء سراج العلماء، سرتاج فضلائے زماں درخشاں گوہر اکلیل دین و ایمان مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور از ین سرا بگاہ جنت الماوی اشتافتند و دل ما را از نشتر اندوہ شگافتند و در نقابِ خفا، آمدن چہرہ نورانی حیاتِ شان در حقیقت نورِ دیدن صفِ زاہدان و عابدان و علماء حکما است و گذشتن او شان از یں وسواس گاہ حزن آگیں رفتن قافلۂ سعادت منداں و ریاضت گرایان تابان دلِ خورشید است۔ سبحان اللہ چہ عالم با عمل ستودہ منش گزیدہ و طبع عظیم الشان مدح عالم و عالمیان بود کہ در علوم ظاہر بہ رشکِ قدماء سلف و تازہ بہارِ گلستان تقدس ہر گونہ معلوماتِ خلف بود، دل در پہلو ہمچو آفتاب روشن و درخشاں داشتند۔ کہ انوارِ اسرار الٰہیہ و رازِ مخفیہ بر آن تاباں بود و رموزِ نہانی را بہ بلاغت و فصاحتی بیان می فرمودند کہ عوام ہم بہ اندک تقریر چاشنی از فہمیدگی می چشیدند و بہرہ یاب از غوامضِ کنہ و راز دقیقہ می شدند۔ آئینۂ دلش نمونۂ قدرت و توانائی کبریائے بود کہ صُوَر ہمہ اسرارِ باطنی و رازِ علوی دراں جلوہ افزائے شہود بود و گنجینۂ سینۂ پاکش خزینۂ جواہر زواہر نعمائے ایزدی و دفینۂ لآلی بے بہا ضیائے عطیۂ آسمانی بود ذاتِ ملکی صفاتش سراپا نورِ اسلام کہ در پردۂ صورتِ انسانی روشنی یافتہ۔ حیاتِ تقدس سماتش شعشعۂ دین و ایمان بود۔ کہ خورشید آسا بر سر جہان و جہانیان تافتہ یا بارش فیضش از زمین تا فلک الافلاک درخشید۔ و بارش کرمش گلزار ورع و اتقاء را مطرا و ریّاں گردانید۔ از جوشش دریائے علوم گوناگونش دشتِ پُر خارِ جہل و نادانی مُبدّل بہ چمنستانِ سعادت و تقویٰ گردید۔ و از خروشِ عمانِ حلم تو قلوبش وادیٔ پا فگارِ سوء خلقی و خبثِ باطنی از صفحۂ ہستی ناپدید۔ گشتہ گلستانِ شاداب ہمیشہ بہار تہذیب و شائستگی درندہ، درونی شدہ۔ از و آلیس یوم آنہا حالِ دل تا چہ گویم کہ نتوانم گفت و دانم کہ الم سینہ خراش را در سلک گفت بہ کسی ہیچ نتوانم سُفت۔ گروہ زہد و تقویٰ و ورع و ریاضت مانندِ ارادت کیشان راسخ اعتقاد حاشیہ نشینانِ حلقۂ مطاوعتِ او بود و روہ سعادت کونی و الٰہی و طہارتِ دینی و دنیوی۔ تزکیہ و تنزیہ یعنی گروہ و جلی مانندِ خادمانِ جان نثار و مریدانِ خوش انقیادِ پا بوسِ بزمِ عقیدتِ او بود و از دیدنِ روی پاکش گلشنِ ایمان نضارت و سیرابی می یافت۔ و از نورِ جبینِ مبینش ضیائے آفتاب اسلام می یافت ہر کہ او را دید بدل و جان احکام اسلام ورزید و کسوتِ تقویٰ و طیلسانِ صداقت پوشید۔ یکی از مریدانِ ارادت پناہ و عقیدت مندانِ صداقت دستگاہ اعمالِ صالحہ و کردارِ پسندیدہ است کہ برائے حصولِ شرفِ دارین و اقتباسِ انوارِ طیبات کونین بیعتِ صادقہ بر دستِ پاکش کردہ پیوستہ پابوسِ ملازمت می ماند و حضوری دائمی را اعزاز و مباہاتِ خود می پنداشت۔

پیداست کہ از پدرود کردنِ صفِ ہستی مولوی اقلیمِ علم و عمل و کشورِ زہد و تقویٰ بی فرماں فرما و ویراں شد۔ و ہر یک از آنہا فاتحہ رخصت خواندہ راہی لامکاں شد۔ یا رب چہ ملائیکاں و ساکنانِ ملاءِ اعلیٰ را ضرورتِ تعلیم ایماں و اسلام بود کہ برائے رہنمائی و ہدایت ایشاں ایں بحرِ معرفت را نخواندند۔ یا رب چہ منبرِ وعظ فرود ستیاں از ناصح برینہ گو فراز (یعنی واعظ) بیانِ شیریں زبان خالی بود کہ ایں کانِ علم و ہنر را بر آں نشاندند یا رب چہ بالا نشیناں و منبرانِ چرخ را آرزوی شنیدنِ تقریر دلپذیر بود کہ ایں عالمِ پاک گوہر را از فرشیان جدا کردہ با عرشیان ارتباط جاوید بخشیدند۔ یا رب چہ ملائیکاں را دریائے عشقِ تحقیق غوامضِ عرفان بجوش آمدہ بود کہ بپاسِ خاطرِ آنہا ایں مہرِ سپہرِ فضل و کمال را از بزمِ دنیا برداشتہ در حلقۂ کروبیاں رسانیدند۔ آہ ہزار آہ دنیا خوابنیست۔

بقیہ: ص ۱۲ پر

موجودہ نظامِ تعلیم و تربیت کی خامی اور اسکا صحیح حل

مولانا مفتی بشیر احمد صاحب
(آزاد کشمیر)

اقوام وملل کا عروج "صحیح تعلیم وتربیت" کا مرہون منت ہوتا ہے تاریخ آج تک جن اقوام کو نیک نامی کے ساتھ یاد کرتی آرہی ہے۔ ان کی ٹوہ لگائیے تو آپ کو یہی فارمولا کارفرما نظر آئیگا لیکن بدقسمتی سے ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں تعلیم اور ذرائع تعلیم کی بہتات اور زر کثیر خرچ کرنے کے بعد بھی ہم اپنے آپ کو صحیح منزل سے کوسوں دور پاتے ہیں۔ تعلیم سے جو نتائج وثمرات واقعاتی دنیا میں رونما ہونے چاہیئے تھے نظروں سے ہنوز اوجھل ہی ہیں۔

درحقیقت ہمارے اس علمی سرمائے کا زیاں کوئی حادثاتی اور اتفاقی نہیں ہے۔ بلکہ چند بنیادی کمزوریوں کا پیدا کردہ ہے جس میں سے بعض کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا جارہا ہے۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے پیش نظر تعلیم کا صحیح مقصد نہیں ہے۔ ہمارے کالج اور یونیورسٹیوں کے مروجہ نصاب تعلیم کا اکثر وبیشتر حصہ ایک نظریاتی اور وقتی مصلحتوں پر مبنی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر قوم کا نظریہ جداگانہ ہوتا ہے۔ مروجہ نصاب تعلیم کے بانی لارڈ میکالے کو کون نہیں جانتا کہ وہ ایک متعصب اور اسلام دشمن انگریز تھا۔ اس کا مقصد وحید یہ تھا۔ کہ نصاب تعلیم کو اس طرح مدون کیا جائے کہ مسلم قوم کی حریت کو ختم کیا جائے۔ اور انگریز کی آقائیت کی گرفت مسلمانوں پر اتنی سخت ہو جائے کہ صرف ان کا جسم ہی نہیں بلکہ ان کا ذہن بھی انگریز کی غلامی کو سرمایہ افتخار سمجھنے لگے۔ اور یہی ان کا نقطہ انتہا بھی ہو۔ یہ کوئی شاعرانہ تخیل نہیں ہے بلکہ لارڈ میکالے کی وہ مشہور تعلیمی رپورٹ دیکھیں جو اس نے ۱۸۳۰ء میں اس وقت کے گورنر کے سامنے پیش کی تھی۔

وہ لکھتا ہے "ہم فی الحال اپنے محدود ذرائع کے ساتھ سب لوگوں کی تعلیم کا بندوبست نہیں کرسکتے۔ ہمیں اس وقت بس ایک طبقہ پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہیئے جو ہمارے اور ان کروڑوں انسانوں کے مابین ترجمان کے فرائض سرانجام دے سکے جن پر ہم اس وقت حکمران ہیں۔ ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر ذوق، طرز فکر۔ اخلاق اور فہم وفراست کے نقطہ نظر سے انگریز" (بحوالہ میکالے کا نظریہ تعلیم)

شومی قسمت سے اس کے مقصد کا یہ تیر ٹھیک نشانہ پر لگا اور آج کا مسلمان واقعی انگریز کی ترجمانی کا حق پورا پورا ادا کر رہا ہے اور قوم سے بڑھ کر عمل سے زیادہ ظاہر کر رہا ہے جو اطاعت اور فرمانبرداری کی ایک صحیح صورت ہے۔

اس کے برعکس اسلامی تعلیم کی بنیادی اینٹ ہی انسانی آقائیت کی نفی پر رکھی گئی ہے۔ قبل از اسلام انسانوں کے ہزاروں آقا تھے۔ وہ ہر ایک کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہو کر پوجا پاٹ کا حق ادا کر کے بزعم خویش آقاؤں کو خوش کرتے۔ اسلام نے سب سے پہلے حریت کا یہ درس دیا کہ تمہارا آقا اور مولیٰ صرف ایک ہے جو تمہارا خالق ہے تم اپنی جبین نیاز کو صرف اسی کے آستانہ پر رکھو اس طرح سے اسلام ایک آقا کی غلامی کی تعلیم دیکر ہزاروں آقاؤں سے نجات دیتا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

غور فرمایئے لارڈ میکالے کے مقصد تعلیم اور اسلام کے مقصد تعلیم کے درمیان کتنا بڑا فرق ہے کہ اگر پہلے کا نتیجہ غیر محسوس طریقے پر غلامی کے طوق وسلاسل پہننا ہے تو دوسرے کا مقصد ان بیڑیوں کو توڑ کر دور پھینکنا ہے۔ اور اگر پہلے کا مقصد اولین چند نفسیاتی خواہشات کی تسکین اور معاشی مسائل کا حل ہے تو دوسرے کا مقصد اولین اخلاقی گراوٹ کا ازالہ۔ اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصول اور خوابیدہ صلاحیتوں کا نکھار ہے باقی جو کچھ ہے وہ تابع اور ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

سوء اتفاق سے آج تک ہمارے دل ودماغ میں خواہشات کی تسکین یعنی پہلا مقصد ہی رچا ہوا ہے جس کے حصول کے لئے ہم بلا امتیاز جائز وناجائز ذرائع و وسائل کو کام میں لاتے ہیں، خصوصاً ہماری علمی پود کی جانب سے ارتکاب جرائم کی خبروں سے اخبارات اٹی پڑی رہتی ہیں۔ حالانکہ اس ہونہار جماعت سے ہماری قوم کا مستقبل وابستہ ہے۔ ابھی تازہ ترین دکھ دہ خبر ملاحظہ کیجئے۔

"سیالکوٹ" ۲۶ جنوری۔ سیالکوٹ پولیس نے گذشتہ روز کاریں چوری کرنے والے ایک گروہ کے سات ارکان کو گرفتار کر لیا ہے پولیس (بیان) کے مطابق تمام ارکان طالب علم ہیں اور سیالکوٹ کے معزز گھرانوں سے ان کا تعلق ہے"۔

(بحوالہ نوائے وقت ۲۷ جنوری ۷۴ء، اتوار)

ہماری اس نونہال جماعت کی جانب سے اس طرح کی خبریں کوئی نئی نہیں ہیں۔ بلکہ اس طرح کے عیوب اتنے زیادہ ہونے لگے ہیں کہ گویا اب وہ

نیکیاں شمار ہونے لگی ہیں۔ جن کی دھن میں ہمارے تعلیم یافتہ حضرات کا ایک حصہ اپنے اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ اعتمادی سرمایہ کو بھی دہریت کے سیلاب میں ڈبونے کے لئے تیار کھڑا ہے۔

غرضیکہ ہماری تعلیم کی بنیاد محسوسات اور مادیات پر اس طرح رکھی گئی ہے کہ "ہستی غائب" کی تلاش اور اس کی رضا بالکل ایک بے معنی چیز ہو کر رہ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کی نظر میں اس تعلیم میں وقت صرف کرنا اپنی عمر کو ضائع کرنا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"میں اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوئ دماغ بہت اچھے عطا فرمائے تھے۔ اگر یہ قوئ دینی علوم پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسول کی میں خدمت کر سکتا۔

(بحوالہ روزگار فقیر مرتبہ وحید الدین جلد ۲)

حالانکہ اقبال کی زندگی کا کافی حصہ مغربی پارک میں علمی تفریح کرنے پر خرچ ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کو اپنی فلاح کی کوئی کرن اس وادی میں دکھائی نہ دی۔ مگر یہ وہی وادی ہے جس کو ہم اپنے کمالات کا مرکز گردانتے ہیں۔

اسلامی نظام تعلیم کی خشت اوّل ہی یہی ہے کہ تم سب سے آزاد ہو صرف ایک ذات کے غلام ہو تم سب کچھ کرو مگر اس کی مرضی سے

بحیثیت مسلمان کے ہمارا یہ فرض اولین ہے کہ نصاب تعلیم کی تدوین تو اس طرح کی جائے کہ علوم الٰہیات کو تعلیم کے ہر شعبہ میں غلبہ حاصل اور محسوسات اور طبیعات کو ثانوی حیثیت حاصل ہو تاکہ ہمارا طالب علم فلسفہ پڑھ رہا ہو یا منطق حساب وریاضی کی تعلیم حاصل کر رہا ہو یا سائنس کی وہ اپنے عقیدے کے شیشے کو خواہشات کی گرد سے مکدر نہ کر سکے اور اس کی تمام توانائیوں کا نقطہ مزاج صرف طبیعات ہی نہ ہو بلکہ "مابعد الطبیعات" بھی اس کے مقاصد کا جزو اعظم ہوں۔ اسی طرح نصاب میں اسلام کی ان مایہ ناز شخصیات کو بھی نمایاں کیا جائے جو مغربی مفکرین کی تعصب کی چادر میں لپٹی ہوئی ہیں۔ حالانکہ انہی کے کارناموں کو اپنے نام کا لیبل لگا کر خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں، لیکن ہمارا آج کا طالب علم ان سے یکسر ناواقف ہے وہ ہر چیز کا ماخذ اور مصدر انگریز کو ہی سمجھتا ہے وہ سائنس اور فلسفہ میں کوپرنیکس اور گلیسیو کو تو سب کچھ جانتا ہے۔ لیکن رازی، خوارزمی، ابو ریحان، ابن ہشیم، بیرونی ابن رشد اور جابر بن حیان جیسے عظیم سائنسدانوں سے بالکل بے خبر ہے وہ علم معاشیات میں آدم سمجھ کو تو جانتا ہے لیکن اس سے پہلے اس علم کی جو خدمات ابن خلدون، شاہ ولی اللہ اور دیگر فقہاء نے کی ہیں اس کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اگر اس گم گردہ تاریخ کو ظاہر کیا جائے تو ہمارے طالب علم پر اس مغربی طلسم کی حقیقت آشکارہ ہو جائے گی اور اس سے "دام" سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکے گا۔

ہماری تعلیمی زبوں حالی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے نزدیک "رہبر" کا کوئی صحیح معیار نہیں ہے۔ اس لیے اگر ہمارا مقصد اور نصب العین کتنا صحیح ہو اور ہمارا نصاب تعلیم کتنی ہی خوبیوں کا حامل ہو۔ جب تک کہ کوئی صحیح معلم میسر نہ ہو۔ ہمارا مقصد پورا نہیں ہو سکتا اس لیے استاد کے مسند پر اسی کو بٹھایا جائے جو پاکیزہ کردار کا مالک ہو، کیونکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ "وہ رشد وہدایت میں اقوال سے زیادہ شخصیات کے کردار اثر انداز ہوتے ہیں"، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے نصاب ہدایت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ کردار کی شخصیات کو بھی بھیجا ہے تاکہ کتابیات اور شخصیات دونوں مل کر انسان کو گمراہی سے بچا سکیں۔ چنانچہ اسلام اس شخص کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتا جس کے قول کی تکذیب خود اس کا اپنا عمل کر رہا ہو۔ ارشادِ باری ہے "لم تقولون ما لا تفعلون" تم اس چیز کو کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

استاد درحقیقت معمارِ قوم اور امت کا امین ہوتا ہے۔ طالب علم کے فہم و ادراک کی سادہ لوح پر سب سے پہلے مدرس ہی اپنے خیالات اور کردار کا نقشہ کھینچتا ہے۔ یہی اس کے اخلاقی محل کی پہلی اینٹ اور آئندہ کی زندگی کا محور ہوتا ہے۔ اگر وہ اسلام کا ایک عملی نمونہ ہوگا تو طالب علم کے ذہن میں اسلام کی عظمت و محبت کے گہرے نشان قائم ہوں گے اور اس کے عقاید و نظریات میں اَنمٹ پختگی پیدا ہوگی۔ اگر استاد کی زبان سے وہ تصویری سنے گا۔ تو اس کے عمل کو اپنے عمل کا داعی پائے گا۔ یہ قول و عمل کی دوہری محنت بچے کو نہ صرف صحیح معنے میں گریجویٹ ہی بنائے گی۔ بلکہ اس کو اسلامی خلافت دنیانیابت کا صحیح حقدار بھی بنائے گی اور وہ اپنے معاشرے کے لیے خوف وہراس کی بجائے امن و سکون کا داعی ہوگا۔

ہماری تعلیم کی ایک کمزوری طریقہ تدریس بھی ہے۔ ہمارے بعض اساتذہ نے اسلام دشمن مفکرین کے چند جملے رٹے ہوئے ہیں۔ اس کو طالب علموں کے سامنے دہراتے رہتے ہیں اور ان مفکرین کی تعریف و توصیف اور مناقب بیان کرتے۔ رطب اللسان رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالبعلم کے خام ذہن میں اہل مغرب کی محبت منقش ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ہر چیز کی خوبی کا معیار انہی کو سمجھنے لگتا ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: مولانا محمد قاسم نانوتوی رح

محلو از طعام ہائے رنگارنگ اما زہر آلود و خوابیست شیریں و خوش نشہ، تعبیرش مرگ حسرت آمود۔ ریاضی است خوشنما و پر فضا لیکن از باد سموم فنا پژمردہ و باغیست روح پرور فرحت افزا مگر از لطمۂ خزاں افسردہ۔

مولانا عبدالرشید خانیوال

امت عالم اور تعلیماتِ قرآن

مسلمانوں کے مصائب کا جو حل قرآن نے پیش کیا ہے اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلی چیز خود اعتمادی ہے یعنی اپنے سہارے جینا اور غیر مسلم اقوام کے سہارے پر اعتماد نہ کرنا تاکہ احساس کمتری کا خاتمہ ہو اور احساس برتری پیدا ہو کر جوش عمل کی تحریک پیدا کرے۔ احساس برتری کے لئے قرآن حکیم کا ارشاد ہے

تم سب امتوں سے بہتر ہو جو تمام لوگوں کے فائدے کے لئے ظاہر ہوئے جو نیکی پھیلانے اور بدی کو مٹانے والے ہو۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر مومنوں کو چاہیئے کہ مومنوں کے بغیر کسی کو قابل اعتماد دوست نہ سمجھیں مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان اس سے پہنچا کہ انہوں نے کفار کے کہنے پر اعتماد کیا اور اپنی صلاحیتوں کو کام میں نہ لاتے ہوئے غیر مسلموں کی امداد پر اپنی زندگی کو منحصر سمجھا جس کی وجہ سے وہ اغیار کے ہاتھوں کھلونا بن گئے اور ان کا ملی وقار خاک میں مل گیا چنانچہ ۱۹۶۷ء میں عربوں کی ناکامی صرف اسی لئے ہوئی کہ وہ روس کی مدد کے منتظر رہے لیکن روس تماشائی بن کر عربوں کو پٹتا دیکھتا رہا اور ۱۹۷۱ء میں پاکستان کی شکست بھی ایسی ہی کار فرمائی کا نتیجہ ہے قرآن نے نہ صرف وحدت مسلم پر زور دیا ہے بلکہ اس کو اخوت کے رشتے میں جکڑ دیا تاکہ وہ انتشار سے محفوظ رہ کر ایک طاقتور ملت بن کر عالمی اصلاح اور اقوام عالم کی قیادت سنبھال سکے۔ اور قرآن نے اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے پر بھی زور دیا ہے اور فرمایا کہ

قرآن اور اسلام کی رسی کو سب ملکر مضبوطی سے پکڑو اور فرقے نہ بناؤ۔ مسلمان قوم مراکش سے چین تک پھیلی ہوئی ہے اس لئے یہ فطری امر ہے کہ ان کا اتحاد نہ نسل سے ممکن ہے نہ وطن سے نہ زبان سے نہ رنگ سے اور نہ رسم و رواج سے کہ سب چیزیں ان میں مختلف ہیں۔ صرف دین ہی واحد ذریعہ ہے جو ان کو متحد کر سکتا ہے۔ مغربی اقوام نے مسلمانوں کو منتشر اور کمزور کرنے کے لئے ان قومی فی تعصب کا سبق پڑھایا تاکہ یہ کمزور ہو کر اغیار کے لئے لقمہ تر بن جائیں۔ علامہ اقبال نے صحیح کہا۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

مسلمانوں کے اتحاد میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بشرطیکہ غیر مسلم کے ورغلانے میں نہ آئیں۔ اور ان کے فریب اور دھوکے سے بچیں کہ جب امریکہ کی تقریباً پچاس ریاستیں اور روس کی تقریباً بائیس ریاستیں ایک وفاق بن سکتی ہیں اور برطانیہ کی دولت مشترکہ میں مختلف حکومتیں ایک نظام میں داخل ہو سکتی ہیں جن میں نہ مذہب کا اتحاد ہے نہ فکر و عمل کا نہ ثقافت کا تو مسلمانوں کی مختلف حکومتیں اور ریاستیں جن کا مذہب ایک فکر و عمل ایک ثقافت ایک ہے وہ ایک وفاق میں کیونکر مجتمع نہیں ہو سکتے۔ اور جب قرآن نے ان سب کو بھائی کہا اور حدیث نے ان کو ایک جسد ملت کے اعضاء قرار دیا تو ان کی وحدت کیونکر غیر ممکن ہو سکتی ہے جبکہ دنیا کی سب سے بڑی دولت سنہری دھارا جس پر عہد حاضر کی ترمیشی ایجادات کا انحصار ہے پٹرولیم کا ستر ۷۰ فیصد اسلامی ملکوں کی پیداوار ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ ربڑ مسلم ممالک کی پیداوار ہے دنیا کی عظیم ترین بحری ناکے و جنگی مقامات آبنائے فاسفورس و درہ دانیال مسلمانوں کے زیر نگیں ہیں۔ دنیا کی عظیم ترین آبی شاہراہ نہر سویز مسلمانوں کی ملکیت ہے دنیا کی مقوی ترین غذا کھجور مسلم ممالک کی ہے اسلامی وفاق اور باہمی تعاون کی شکل مسلمان حکومتیں جس شکل میں موجود ہیں۔ ان سب کو اس طرح رہنے دیا جائے خواہ جمہوریت ہو شاہیت اور ان میں کوئی مداخلت نہ کی جائے اور تعاونوا علی البر والتقوی کے جذبہ سے ایک دوسرے کا تعاون کیا جائے۔

تعاون کی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ خارجہ پالیسی سب کی ایک ہو ایک کا دوست سب کا دوست ایک کا دشمن سب کا دشمن یہاں تک کہ اقوام متحدہ میں بھی سب کی آواز ایک ہو

۲۔ دفاع میں بھی باہمی تعاون ہو مشترک سرمایہ سے مناسب مقام پر اسلحہ ساز فیکٹریاں کھولی جائیں۔

۳۔ سب اسلامی ممالک غیر ملکی بنکوں سے رقوم نکلوا کر ایک اسلامی بنک قائم کریں جو بلا سود قرضے جاری کرے اور ضرورت مند ملک ملک کی ضروریات پوری کرے۔

۴۔ نصاب تعلیم ایک ہو اور دینی تعلیم داخل

نصاب ہو۔ فنی اور علمی و دینی ماہرین کا آپس میں تبادلہ ہو۔

۵۔ عدالتی قانون سب کا ایک ہو جو غیر اقوام سے ممتاز ہو۔ اور ایک اعلیٰ عدالت مکہ معظمہ میں قائم ہو۔

۶۔ اسلامی وفاق میں ہی باہمی تجارت ہو اور بغیر شدید ضرورت کے کسی غیر مسلم سے تجارت سے احتراز کیا جائے۔

۷۔ مشترکہ فوجی تعاون کے سلسلہ میں قرآن کے فرمان کے مطابق بحری بری اور ہوائی مشق اور ٹریننگ کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنایا جائے۔

۸۔ مشترک امور کے لئے وفاقی مجلس شوریٰ ہو جیسی مشترک امور باہمی صلاح و مشورہ سے طے کئے جائیں۔

۹۔ ایک مشترکہ آئین ہو۔

۱۰۔ عربی زبان کو مشترک وفاقی زبان اور دفتری زبان بنایا جائے۔

الحاصل یہ چند قرآنی اصول ہیں، جن سے تمام مسلمانوں کے مصائب دور کئے جاسکتے ہیں۔ کفار پر اعتماد نہ کرو، متحد ہو جاؤ۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دشمن کے پاس جس قدر امن و جنگ کا مادی سامان ہے مسلمانوں کا فرض ہے اس سے زیادہ تیار کرے۔ لیکن ایک مسلمان اور مومن بالقرآن ہونے کی حیثیت سے ہم صرف ظاہری و سیاسی و مادی تدبیروں ہی میں نہ رہیں بلکہ اس بارہ میں قرآن مجید اور اسوۂ نبوی کو ہم اپنے لئے مشعل راہ بنائیں کہ وہاں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے مادہ بھی ہے روح بھی ہے۔ شہادت بھی اور غیب بھی تدبیر و جدوجہد بھی ہے اور اللہ کی مدد بھی مسلمانوں کے لئے یہی راہِ نجات اور صراطِ مستقیم ہے۔

اقوالِ محمود

تالیف

انور کاشمیری

اسلام اور اشتراکیت کی موجودہ جنگ، اسلامی ریاست کے اصول و ضوابط اور اسلام کے نظریۂ مساوات پر مفتی محمود کے ایمان آموز اور بصیرت افروز اقوال کا مجموعہ جو نئی نسلوں کیلئے ایک ورثہ کی حیثیت رکھتا ہے

قیمت ۴ روپے

ادارہ تفہیم الاسلام پریم گلی لاہور

بقیہ: عرب دنیا میں

اصل گروہوں کو متحد اور مربوط نہیں کیا جاسکتا۔ اسرائیل کو عرب مقبوضہ علاقوں پر قبضہ چھوڑنا ہوگا۔ فلسطین کے عرب عوام کو اپنی آزاد مملکت کے قیام کا حق دینا ہوگا۔ اور اس تنازعہ میں ملوث تمام ملکوں کی بقا اور سلامتی کی ضمانت دینی ہوگی۔ گزشتہ ربع صدی میں ایک بار بھی کوئی بین الاقوامی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اب پہلی بار جنیوا امن کانفرنس اس سمت میں قدم تھا جو اس تنازعہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر کوئی حل پیش کرسکتا تھا۔ اس حل کی بنیاد پر علاقے میں منصفانہ اور پائیدار فامولا تیار کیا جا سکتا ہے۔

یہی سبب ہے کہ سوویت یونین متعدد عرب ملکوں کے ساتھ مل کر برابر جنیوا کانفرنس کے پھر سے انعقاد کے لیے کوشاں ہے۔ اس کانفرنس کے ذریعہ بندوقوں کی زبان روک کر سفارتی زبان استعمال کی جاسکتی ہے۔ جنیوا فورم کا یہ دوسرا لمحہ ضروری اور قابل عمل ہے۔ رباط کانفرنس کے متفقہ فیصلوں اور متحدہ عرب لائحہ عمل نے اسرائیل کو مزید مایوس کیا ہے۔ پی۔ ایل۔ او کی بین الاقوامی اور نمائندہ حیثیت پہلی بار اقوام متحدہ میں دیکھی اور سنی گئی ہے۔ یہ بات سویت فلسطینی روابط اور حمایت سے ممکن ہوئی ہے۔ جس کا اظہار تازہ ترین سویت فلسطینی اعلامیہ سے ہوتا ہے۔

جنوبی ویت نام اور کمبوڈیا شدید اقتصادی بحران کی زد میں

اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سائیگان اور نوم پنھ کی اقتصادی صورت حال خطرناک حد تک دگرگوں ہو چکی ہے۔ دیگر سکوں کے مقابلے میں جنوبی ویت نام اور کمبوڈیا کے سکوں کی قیمت بہت گر چکی ہے اور ان کی اقتصادی زندگی عملی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔

سائیگان اور نوم پنھ کی موجودہ حکومتیں بیرونی فوجی اور مالی امداد کے سہارے اپنا اقتدار برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ یہ حکومتیں بیرونی مداخلت کی بنیاد اور مقامی جنگوں کو ہوا دینے کی سامراجی پالیسی کے بل پر زندہ ہیں، جس کا مقصد تحریک قومی آزادی کو کچلنا ہے۔ سائیگان اور نوم پنھ کے بجٹ کا ۸۵ فیصد حصہ بیرونی امداد پر مشتمل ہوتا ہے دونوں ملکوں میں بورژوا طبقے کے علاوہ فوجی اور سول حکام، جو بیرونی امداد کے حصول میں کمیشن ایجنٹ کا کردار ادا کرتے ہیں، ہند چینی میں جدید نو آبادیاتی مفادات کی حمایت کرتے ہیں۔

عسکریت پسندانہ اور قوم دشمن پالیسی کے نتیجے میں اقتصادی بحران شدید سے شدید ہوتا جارہا ہے۔ جنوبی ویت نام میں جنگ بندی لائنوں کے قریب اشتعال انگیزیوں اور بھاری فوجی اخراجات کے نتیجے میں ان علاقوں کی پیداوار میں کمی ہو گئی ہے جن پر تھیو حکومت کا کنٹرول ہے۔ ملک میں جو غیر مستحکم زر گردش میں ہے اس کی مقدار میں تقریباً ۳۰ فیصد کا اضافہ ہو چکا ہے جس کے نتیجے میں گزشتہ دو سال کے دوران نوم پنھ میں قیمتوں میں ۵ گنا اضافہ ہوا ہے۔

تھیو اور لون نول اس تباہی سے بچنے کے لئے نت نئے اقدام کر رہے ہیں۔ لیکن اب تو مغربی ماہرین بھی یہ کہنے لگے ہیں کہ ان دونوں حکومتوں کو اقتصادی تباہی سے کوئی کرشمہ ہی بچا سکتا ہے

سائیگان اور نوم پنھ حکومتوں کے ظلم و تشدد کی شکار آبادی بے پناہ مصائب اور مشکلات سے دوچار ہے۔ جنوبی ویت نام میں جلد از جلد ایک منصفانہ سمجھوتے، کمبوڈیا کی قوموں اور حریت پسندوں کی خواہش کے مطابق یہاں جنگ بندی اور جدید نو آبادیاتی مداخلت کے خاتمے کے بعد ہی ہند چینی کے ان حصوں میں زندگی معمول پر آسکتی ہے۔

زاہد الراشدی

جمعیت علماء اسلام اور امام ولی اللہؒ کا انقلابی اسلامی پروگرام

برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش اسلام کی اشاعت، اسلامی علوم کے تحفظ اور سیاسی بیداری و تحریک آزادی میں اس عظیم طبقہ کا رہینِ منت ہے جسے "علماء حق" کا قافلہ کہا جاتا ہے۔ اس قافلہ نے برصغیر میں اسلامی اقدار کی ترویج و اشاعت، سیاسی بیداری اور حریتِ فکر کے لیے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور یہ اسی طبقہ کی بے مثال جدوجہد کا ثمرہ ہے کہ آج دنیائے اسلام میں اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم و افکار کے زندہ و متحرک مراکز اسی برصغیر میں مستقبل کے رکھوالوں کے لیے اسلام کو صحیح شکل میں محفوظ رکھنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش میں اسلام کی تبلیغ ملت اسلامیہ کے ان نامور سپوتوں کے ذریعہ ہوئی جنہیں صوفیائے عظام اور اولیاء کرام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ حضرت علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ اجمیریؒ اور دوسرے بزرگانِ دین کا تقدس کردار اور روحانی فیض ہی تھا جس کی بدولت برصغیر کی آبادی جوق درجوق حلقہ بگوش اسلام ہوتی گئی۔ ان علماء حق نے ہند پر حملہ کرنے والے مسلم جرنیلوں کی معاونت اور حکومت قائم کرنے والے مسلمان بادشاہوں کو راہ راست پر رکھنے میں بھی بڑا کردار ادا کیا اور جب چند درباری ملاؤں کی سازش سے مغل حکمران اکبر بادشاہ نے اسلام کے مقابلے میں ایک نیا دین "دین الٰہی" کے نام سے برصغیر میں ترویج دینا چاہا تو ان ہی علماء حق کے سرخیل حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی ٹھوس اصلاحی تحریک کے سامنے اکبر کا یہ من گھڑت دین نہ چل سکا اور دوسری پشت ہی میں اکبر کے بیٹے جہانگیر کو سرہند کے درویش کے سامنے سپر انداز ہونا پڑا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اکبر کے خاندان سے سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر جیسی عظیم شخصیت کو جنم دیا جس نے قرآن و سنت کا نظام "فتاویٰ عالمگیریہ" کی صورت میں رائج کرکے "مجددی تحریک" کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان کشمیر اور چین و روس میں شامل بعض حصوں پر مشتمل عظیم ترین سلطنت میں پچاس برس تک قرآن و سنت کے مطابق عدل و انصاف کی روشنی میں حکمرانی کرکے مجددی تحریک انقلاب کو بام عروج سے ہمکنار کر دیا۔

امام ولی اللہؒ نے آنے والے خطرات کو محسوس کرکے سیاسی آزادی اور اقتصادی انصاف کی بنیادوں پر نئی تحریک کی داغ بیل ڈال دی۔

اور جب مغل اقتدار زمانے کے سرد و گرم ذائقے چکھ لینے کے بعد زوال کی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا، ایک طرف مرہٹوں کی شورشیں اور دوسری طرف یورپی تاجروں کی سازشیں ہندوستان کے تاریک مستقبل کی غمازی کر رہی تھیں۔ بادشاہی نظام کے قویٰ مضمحل ہو چکے تھے اور معاشرہ کسی نئے نظام کی تلاش میں پرانے اور فرسودہ نظام کو خیرباد کہنے پر آمادہ ہو چکا تھا، قافلہ علماء حق کے ایک نامور سرخیل اور دہلی کے بوریا نشین "ملّا" امام ولی اللہؒ نے سیاسی آزادی اور اقتصادی انصاف کا نعرۂ حق بلند کیا، جب کہ یورپ میں جمہوریت کے اولین انقلاب "انقلاب فرانس" کے وقوع پذیر ہونے میں نصف صدی اور کمیونزم کے داعی اول کارل مارکس کی پیدائش میں پوری صدی کا عرصہ باقی تھا۔ امام ولی اللہؒ نے شہریوں کے بنیادی حقوق، سیاسی آزادی، اقتصادی انصاف، مزدوروں کے حقوق اور محنت و سرمایہ کے باہمی تعلق پر مفصل بحث کرتے ہوئے "فک کل نظام" (مکمل اور ہمہ گیر انقلاب) کا تصور پیش کیا۔ امام ولی اللہؒ کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء اور الخیر الکثیر میں آپ کے نظریات کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ اس مقام پر ہم ولی اللہی نظریات و افکار کا ایک مختصر خلاصہ پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

سیاسی اصول اور شہریوں کے بنیادی حقوق

۱۔ زمین کا مالک حقیقی خدا ہے۔ باشندگانِ ملک کی حیثیت وہ ہے جو کسی مسافر خانے میں ٹھہرنے والوں کی ہوتی ہے۔ ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اس حق انتفاع (فائدہ اٹھانے کا حق) میں کسی دوسرے کی دخل اندازی قانوناً منع ہے

۲۔ سارے انسان برابر ہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مالک ملک، ملک الناس، مالکِ قوم یا انسانوں کی گردنوں کا مالک سمجھے، نہ کسی کے لیے جائز ہے

کہ وہ کسی صاحب اقتدار کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرے۔

۳۔ ریاست کے سربراہ کار کی وہ حیثیت ہے جو کسی وقف کے متولی کی ہوتی ہے۔ وقف کا متولی اگر ضرورت مند ہو تو اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ عام باشندۂ ملک کی طرح زندگی گذار سکے۔

۴۔ روٹی، کپڑا، مکان اور ایسی استطاعت کہ نکاح کر سکے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کر سکے۔ بلا لحاظ مذہب و نسل ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔

۵۔ مذہب نسل یا رنگ کے تفاوت کے بغیر عام باشندگان کے لیے ملک کے معاملات میں یکسانیت کے ساتھ عدل و انصاف ان کے جان و مال کی حفاظت، حق ملکیت میں آزادی، حقوق شہریت میں یکسانیت ہر باشندۂ ملک کا بنیادی حق ہے۔

۶۔ زبان اور تہذیب کو زندہ رکھنا ہر ایک فرقہ کا بنیادی حق ہے۔

اقتصادی اصول

۱۔ دولت کی اصل بنیاد محنت ہے۔ مزدور اور کاشتکار قوت کاسبہ (کمانے والی قوت) ہیں۔ باہمی مدنیت (شہریت) کی روح رواں باہمی تعاون ہے، جب تک کوئی شخص ملک و قوم کے لیے کام نہ کرے، ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

۲۔ جوا، سٹہ اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں۔ جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں رہ سکتا اور بجائے اس کے کہ قوم اور ملک کی دولت میں اضافہ ہو، دولت بہت سی جیبوں سے نکل کر ایک طرف سمٹ آتی ہے۔

۳۔ مزدور، کاشتکار اور جو لوگ ملک اور قوم کے لیے دماغی کام کریں، دولت کے اصل مستحق ہیں۔ ان کی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ جو نظام ان قوتوں کو دباتے وہ ملک کے لیے خطرہ ہے، اس کو ختم ہو جانا چاہیے۔

۴۔ جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے اور مزدوروں اور کاشتکاروں پر بھاری ٹیکس لگائے، قوم کا دشمن ہے۔ اس کو ختم ہو جانا چاہیے۔

۵۔ ضرورت مند (مجبور) مزدور کی رضامندی قابل اعتبار نہیں جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول کے اصول سے لازم ہوتی ہے۔

۶۔ جو پیداوار یا آمدنی تعاون باہمی کے اصول پر نہ ہو وہ خلاف قانون ہے۔

۷۔ کام کے اوقات محدود کیے جائیں۔ مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اخلاقی و روحانی اصلاح کر سکیں اور ان کے اندر مستقبل کے متعلق غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

۸۔ تعاون باہمی کا بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے۔ لہٰذا اس کو تعاون کے اصول پر جاری رہنا چاہیے۔ پس جس طرح تاجروں کے لیے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ یا غلط قسم کی کمپٹیشن سے تعاون کی روح کو نقصان پہونچائیں، ایسے ہی حکومت کے لیے درست نہیں کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ و ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے یا رخنہ ڈالے۔

۹۔ وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقہ میں منحصر کر دے۔ ملک کے لیے تباہ کن ہے۔

۱۰۔ وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کی عیش و عشرت کے سبب دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو، اس کا مستحق ہے کہ اس کو جلد از جلد ختم کر کے عوام کی مصیبت ختم کی جائے اور ان کو مساویانہ نظام زندگی کا موقع دیا جائے۔

امام ولی اللہ نے نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں سیاسی و اقتصادی اصول پیش کیے، بلکہ ان اصولوں کی روشنی میں برصغیر میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے لیے ایک پارٹی کی تشکیل بھی کر دی۔ جو سامراجی طاقتوں کی طرف سے اسلام اور برصغیر کے خلاف سازشوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی آزادی اور اقتصادی انصاف کے اصولوں پر مبنی ایک نظام حکومت کی بنیاد رکھ سکے۔ جس سے برصغیر کے باشندے حقیقی امن و خوشحالی اور عدل و انصاف سے ہمکنار ہو سکیں۔ چنانچہ تحریک ولی اللہی کا محور یہی دو مقاصد رہے ہیں۔ ۱۔ فرنگی سازشوں کا مقابلہ، ۲۔ اسلامی نظام عدل کی ترویج و تنفیذ۔

فرنگی نے مسلسل سازشوں کے ذریعہ جب ہندوستان کا اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا جھنڈا پورے برصغیر میں لہرانے لگا تو امام ولی اللہؒ کے جانشین اور فرزند اور ولی اللہی پارٹی کے سربراہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فتویٰ دے دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور اس میں کافر کی حکومت قائم ہو چکی ہے اور اس حکومت کے خلاف لڑنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

شاہ صاحب نے جہاد کا فتویٰ دے کر اپنی جماعت کو عملی طور پر جہاد کے لیے تیار کیا اور امام ولی اللہؒ کے پوتے شاہ محمد اسماعیلؒ اور بریلی کے سید احمد شہیدؒ کو مجاہدین کا نگران بنا کر ان کی فوجی تربیت کا نظام بھی بنا دیا۔

تحریک ولی اللہی نے سوچا کہ کوئی ایسا خطہ ہو جہاں ہم ایک آزاد اور خود مختار حکومت قائم کر کے تحریک آزادی کو آگے بڑھا سکیں۔ ان دنوں پنجاب میں انگریز کے اتحادی رنجیت سنگھ کی حکومت تھی جس نے انگریز کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر جینا دوبھر کر دیا تھا۔ مسجدیں ویران تھیں اور مسلمان آزادی سے عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے ابتدائی مرحلہ میں طے کیا کہ موجودہ صوبہ سرحد کے خطہ پر قبضہ کیا جائے اور انگریز کے اتحادی رنجیت سنگھ سے ٹکرا کر جنگ آزادی کا آغاز کر دیا جائے۔ چنانچہ مجاہدین کا قافلہ امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں راجستھان سندھ اور بلوچستان سے ہوتا ہوا پشاور پہونچا اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے پشاور پر قبضہ کر لیا۔ اورنگزیب عالمگیرؒ کے بعد غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ سرزمین پشاور نے اسلامی حکومت کا منظر دیکھا۔ امیر المومنین سید احمد شہیدؒ نے اس علاقے کی زمام کار سنبھال کر اسلامی احکام کو عملاً نافذ کیا اور چھ ماہ تک خالص اسلامی قوانین کے تحت سید احمد شہیدؒ کے مبارک ہاتھوں مسلمانوں کے معاملات طے پاتے رہے۔

رنجیت سنگھ اور اس کے حواری اس صورت حال کو قطعاً قبول نہ کر سکتے تھے۔ لیکن میدان جنگ میں ولی اللہی مجاہدین کو شکست دینا بھی ان کے بس کا روگ نہ تھا۔

(جاری ہے)

ایوان بالا میں

سینیٹر محمد زمان خان اچکزئی کے سوالات

اور وزیرِ صنعت و وزیرِ اطلاعات و نشریات کے جوابات

جناب محمد زمان خان اچکزئی

کیا وزیرِ صنعت ارشاد فرمائیں گے کہ؟

الف: وفاقی حکومت کی طرف سے بلوچستان کو بناسپتی گھی کا کتنا کوٹہ دیا جا رہا ہے اور فی کس کتنی مقدار دی جا رہی ہے۔

ب: جو گھی راشن کارڈوں پر تقسیم ہو چکا ہے، یا کیا جا رہا ہے، وہ گھٹیا قسم کا ہے، اگر ایسا ہی ہو تو اسکی وجوہ کیا ہیں؟

۴۹۔ جناب محمد زمان خان اچکزئی

کیا وزیرِ صنعت ارشاد فرمائیں گے کہ

الف: پاکستان میں ۷۲-۱۹۷۱ء، ۷۳-۱۹۷۲ء اور ۷۴-۱۹۷۳ء کے دوران بناسپتی گھی کی کل کتنی مقدار تیار کی گئی؟

ب: صوبہ سندھ، پنجاب، بلوچستان اور سرحد کو ۷۲-۱۹۷۱ء، ۷۳-۱۹۷۲ء اور ۷۴-۱۹۷۳ء کے دوران علیحدہ علیحدہ کتنی مقداریں گھی فراہم کیا گیا؟

ج: کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبہ بلوچستان میں بناسپتی گھی کھلی مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہے، جبکہ دیہی و شہری علاقوں میں بالترتیب ایک چھٹانک اور دو چھٹانک فی کس کے حساب سے تقسیم کیا جا رہا ہے؟

د: کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ صوبہ بلوچستان میں بالعموم اور کوئٹہ شہر میں بالخصوص بناسپتی گھی بلیک مارکیٹ میں بکثرت فروخت ہو رہا ہے؟

ر: اگر مذکورہ (د) کا جواب اثبات میں ہے تو، چور بازاروں کو بناسپتی گھی مل جانے کے ذرائع کون کون سے ہیں؟ اور کیا حکومت اس روش پر کوئی پابندی لگانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیرِ صنعت کی طرف سے جوابات

الف: اگست ۱۹۷۳ء سے نومبر ۱۹۷۴ء تک ۴۰۰ ٹن ماہانہ، دسمبر ۱۹۷۴ء سے ماہانہ کوٹہ بڑھا کر ۵۰۰ کر دیا گیا ہے۔ صوبے میں فی کس، فی خاندان اور تنظیموں کے کوٹے میں ۲۶ فی صد اضافہ، صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

ب: جی نہیں۔

سید قائم علی شاہ

الف: بناسپتی گھی کی سالانہ پیداوار حسب ذیل ہے۔

سال	پیداوار
۷۲-۱۹۷۱ء	۱۵۸۹۵۲ ٹن
۷۳-۱۹۷۲ء	۱۸۴۲۱۴ ٹن
۷۴-۱۹۷۳ء	۲۲۰۰۰۰ ٹن

ب: بناسپتی گھی کی فراہمی کے لیے اگست ۱۹۷۳ء تک صوبائی کوٹے مقرر نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک صوبے سے دوسرے کو منتقل شدہ مقداریں متعین نہیں کی جا سکتیں۔

۷۴-۱۹۷۳ء کے دوران اگست ۱۹۷۳ء سے صوبوں کے لیے مختص مقداریں، حسب ذیل ہیں۔

پنجاب	۸۷۰۰ ٹن	ماہانہ
سندھ	۵۷۵۰ ″	″
سرحد	۲۱۰۰ ″	″
بلوچستان	۴۰۰ ″	″

ج: اندرون صوبہ بناسپتی گھی کی تقسیم و فراہمی صوبائی حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔ جو شہری اور دیہی علاقوں میں عبوری بنیادوں پر بجز کوئٹہ شہر جہاں شرح تقسیم فی کس چھ چھٹانک ماہانہ ہے۔ تقسیم کرتی ہے۔

د: حکومت نے بلوچستان کا کوٹہ دسمبر ۱۹۷۴ء سے ۴۰۰ ٹن ماہانہ سے بڑھا کر ۵۰۰ ٹن ماہانہ کر دیا گیا

ر: وفاقی حکومت کے علم میں نہیں ہے۔

ف: سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب محمد زمان خان اچکزئی

کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ارشاد فرمائیں گے کہ۔

الف: آیا وفاقی حکومت نے صوبہ بلوچستان کے لیے الگ ہائی کورٹ قائم کرنے کی تجویز کی ہے۔ جس کا صدر دفتر کوئٹہ میں ہو؟ اور

ب: اگر مندرجہ بالا (الف) کا جواب اثبات

میں ہے، تو ہائی کورٹ کب قائم ہو جائیگا اور ججوں بمعہ ضروری عملے کی تقرری کب عمل میں لائی جائے گی؟

وزیر قانون و پارلیمانی کی طرف سے جوابات

الف: نہیں

ب: سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب محمد زمان خان اچکزئی

کیا وزیر انچارج اطلاعات و نشریات ارشاد فرمائیں گے کہ۔

الف: صوبہ بلوچستان میں شائع ہونے والے روزنامہ جات، سہ روزہ جات، ہفتہ وار اور ماہوار اخبارات اور جرائد کی تعداد کیا ہے، نیز ان کے نام کیا ہیں اور تعداد اشاعت کتنی ہے؟

ب: مذکورہ بالا (الف) میں ہر اخبارات و جرائد کو کتنا ماہانہ اخباری کاغذ کا کوٹہ دیا جا رہا ہے؟ نیز یہ کوٹہ مقرر کرنے کا فارمولا کیا ہے؟ اور

ج: وفاقی حکومت نے اخبارات کو سرکاری اشتہارات کے لیے بمعہ شرح اشاعت کیا شرائط عائد کیں ہیں؟

وزیر اطلاعات و نشریات کی طرف سے جوابات

الف: مطلوبہ اطلاعات پر مشتمل فہرست ایوان کے سامنے پیش خدمت ہے۔

ب: مطلوبہ اطلاعات پر مشتمل فہرست ایوان کے سامنے پیش خدمت ہے، جہاں تک اس کوٹہ کی تعین کے طریق کار کا تعلق ہے، یہ اخبارات کی نقد ادائیگی شدہ تعداد کی اوسط پر ہوتا ہے۔

ج: وفاقی وزارت اطلاعات نے اپنے محکمہ اطلاعات پریس کو اخبارات میں وفاقی حکومت کے اشتہارات کی تقسیم کے لیے واضح رہنما اصول دیئے ہیں۔ اس رہنما اصول کی روشنی میں اشتہارات چھاپنے کے لیے اخبارات کی انتخابات میں قومی، علاقائی اور اضلاعی اخبارات کے تقاضوں اور مفاد کو خصوصی توجہ دینی چاہئے تاکہ شہری، علاقائی اور اضلاعی پریس میں توازن برقرار رہے۔ اگر کوئی اخبار زیادہ اشتہارات موصول کرتا ہے تو یہ اس اخبار کی حیثیت اشاعت یا اثر و رسوخ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

جہاں تک معاوضوں کا تعلق ہے۔ بلوچستان کے روزنامے اور جرائد جو صوبائی حکومتوں کے مشورے سے مرکزی ذرائع ابلاغ میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے ناموں اور ان کے معاوضہ اشتہارات پر مشتمل گوشوارہ ایوان کے سامنے پیش خدمت ہے۔

صوبہ بلوچستان میں چھپنے والے اخباروں اور جرائد کے نام اور ان کی تعداد اشاعت

نمبر شمار	اخبارات و جرائد کے نام	تعداد اشاعت
۱۔	روزنامہ جنگ کوئٹہ	۵۱۸۳
۲۔	” مشرق کوئٹہ	۵۱۰۴۵
۳۔	” نعرۂ حق کوئٹہ	۱۰۵۰
۴۔	” زمانہ کوئٹہ	۱۲۲۵
۵۔	” میزان کوئٹہ	

آڈٹ بیورو کو اشاعت کا تخمینہ معلوم کرنے کے لیے ریکارڈ مہیا نہیں کیا گیا۔

۶۔ روزنامہ قاصد کوئٹہ

ریکارڈ مہیا نہیں کیا گیا

۷۔ روزنامہ سچائی کوئٹہ

ریکارڈ مہیا نہیں کیا گیا

۸۔ ” اعتماد کوئٹہ ریکارڈ مہیا نہیں کیا گیا

ہفتہ وار

نمبر شمار	نام اخبار و جریدہ	تعداد اشاعت
۱۔	کوئٹہ ٹائمز کوئٹہ	۴۵۱
۲۔	ہویدے کوئٹہ	۴۵۲
۳۔	اتفاق کوئٹہ	ریکارڈ مہیا نہیں کیا گیا
۴۔	برشنہ ”	” ” ” ”
۵۔	کوہسار ”	۱۰۱
۶۔	پکار ”	۱۱۲۱
۷۔	رہبر نسواں ”	۱۵۰
۸۔	سبز سویرے ”	۲۰۰
۹۔	تنظیم ”	۵۱۰
۱۰۔	ظفر اسلام ”	۱۰۱
۱۱۔	ندائے بلوچستان ”	ریکارڈ نہیں مہیا کیا گیا
۱۲۔	مبلغ کوئٹہ	” ” ” ”
۱۳۔	نوکین دور ”	” ” ” ”
۱۴۔	بچوں کا اخبار ”	” ” ” ”
۱۵۔	کاروان ”	” ” ” ”
۱۶۔	قائد استا ”	” ” ” ”
۱۷۔	ساربان مستونگ ”	۲۵۱
۱۸۔	تعمیر بلوچستان مستونگ	ریکارڈ مہیا نہیں کیا گیا
۱۹۔	مستونگ خضدار	” ” ” ”
۲۰۔	صبح نو کوئٹہ	” ” ” ”

پندرہ روزہ

۱۔	لولائے وطن کوئٹہ	” ” ” ”
۲۔	پاسبان ”	” ” ” ”
۳۔	علم مستونگ	۴۲۰ تعداد
۴۔	آفتاب ”	ریکارڈ مہیا نہیں کیا گیا
۵۔	مسلم خضدار	” ” ” ”

ماہوار

۱۔	الحور کوئٹہ	” ” ” ”
۲۔	احوال سبی	” ” ” ”
۳۔	کوئٹہ ”	” ” ” ”
۴۔	قائم آواز ”	” ” ” ”

(باقی آئندہ)

شہر شہر سے

مفتی محمود اور اُن کی جماعت اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کیلئے مصروفِ عمل ہے

رامے صاحب مخالفوں پر الزام تراشی کی بجائے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں

مولانا عُبید اللہ انور

جمعیت علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا عبید اللہ انور نے مولانا مفتی محمود اور دیگر اپوزیشن رہنماؤں کے خلاف پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر حنیف رامے کی تازہ ترین بیہودہ گوئی کی شدید مذمت کی ہے اور ایک بیان میں کہا ہے کہ اپوزیشن قائدین کے خلاف وزیر اعظم سمیت حکمران پارٹی کے رہنماؤں کی اخلاق سے گری ہوئی گفتگو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ حکمران پارٹی سیاسی میدان میں اپوزیشن سے شکست کھانے کے بعد اب بیہودگی اور بے جا الزام تراشی پر اتر آئی ہے آپ نے کہا مسٹر حنیف رامے نے مولانا مفتی محمود کو سرمایہ داروں کا ایجنٹ کہا ہے حالانکہ پوری دنیا جانتی ہے کہ مولانا مفتی محمود اس قافلہ کے قائد ہیں جس نے صدیوں سے سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ نظام کے مقابلہ میں اسلامی عدل و مساوات کا پرچم بلند کر رکھا ہے اور ظالمانہ نظام کے خلاف اس طبقہ کی قربانیوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا آپ نے کہا مفتی محمود اور ان کی جماعت تو اس وقت بھی سرمایہ داریت کے خلاف برسرپیکار تھی جب مسٹر رامے کے ممدوح ذوالفقار علی بھٹو سرمایہ داری کی گود میں پرورش پا رہے تھے اور یہ جاری جنگ اس وقت بھی جاری تھی جب بھٹو صاحب سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے جھرمٹ میں اقتدار پر متمکن تھے اور آج بھی جب کہ مسٹر بھٹو کی پارٹی خود ان کے بقول رسہ گیروں اور بدعنوانوں پر مشتمل ہے اور وہ ملک میں ایک بار پھر جاگیرداری مسلط کرنا چاہتے ہیں مفتی محمود اور ان کی جماعت اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے مصروف عمل ہے اور ان کی تگ و تاز کا محور ہی فرنگی کا ظالمانہ اقتصادی سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام ہے

مولانا عبید اللہ انور نے حکمران پارٹی کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مخالفوں پر الزام تراشی کرنے کے بجائے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اگر وہ سرمایہ داری و جاگیرداری کی مخالفت میں واقعی مخلص ہیں تو اسلام کے عادلانہ نظام کو عملاً نافذ کر کے اس کا ثبوت دیں،

شعبہ تبلیغ صُوبہ پنجاب

شعبہ تبلیغ جمعیۃ علمائے اسلام صوبہ پنجاب کے تحت ضلع ملتان میں چار روزہ پروگرام آج یکم جنوری سے شروع ہو گیا بھٹو تحصیل خانیوال ضلع ملتان میں پروگرام کا افتتاحی جلسہ تھا اس جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ضلع ملتان جمعیۃ علمائے اسلام کے مبلغ مولانا منظور الحق رحمانی نے کہا کہ پیپلز پارٹی کئے گئے وعدوں سے منحرف ہو گئی ملک میں بے روزگاری کا زور ہے اور امن و امان کی حالت بہت ابتر ہے

مولانا شاہ محمد خان ترابی نے کہا کہ ختم نبوت کا مسئلہ عوام نے حل کرایا ہے حکومت نے اس مسئلہ کو خراب کرنے کی کوشش میں کسر نہیں چھوڑی مگر عوام کے اتحاد نے پھر محاذ پر حکومت کو شکست دی اب دعوے کئے جاتے ہیں کہ نوے سالہ مسئلہ ہم نے حل کیا ہے مولانا نے فرمایا، یہ بالکل غلط ہے اس مسئلہ کا کریڈٹ صرف عوام کو جاتا ہے مولانا عبدالماجد آزاد نے بھی جلسہ سے خطاب کیا اس پروگرام میں سید نیاز احمد شاہ گیلانی مولانا غلام ربانی قاری نور الحق قریشی مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری مولانا شفیق الرحمان مولانا بشیر احمد شاد بھی حصہ لے رہے ہیں،

تلمبہ مخدوم پور پہوڑاں، کبیر والہ۔ میاں چنوں اور کہروڑ پکا میں جلسے و اجتماعات اور تربیتی پروگرام منعقد ہوئے،

راولپنڈی جمعیۃ علما اسلام

راولپنڈی ۵ جنوری جمعیت علماء اسلام راولپنڈی کے سیکرٹری اطلاعات سید افضال احمد نے ایک بیان میں کہا کہ سوات اور ضلع ہزارہ کے زلزلہ زدگان کیلئے اندرونی اور بیرونی ممالک سے ملنے والی امداد کی منصفانہ تقسیم اور نگہداشت کے لئے صوبہ سرحد سے قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبروں پر مشتمل ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جس میں اپوزیشن کے نمائندے بھی شامل ہوں انہوں نے کہا کہ ماضی کے تلخ تجربات کے پیش نظر ایسی کمیٹی کا قیام اشد ضروری ہے تاکہ زلزلے سے متاثر اور تباہ حال لوگ اس امداد سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں،

زلزلہ زدگان کی امداد

ملتان جمعیۃ علمائے اسلام ضلع ملتان نے سوات کے مصیبت زدگان کی امداد کا کام شروع کر دیا ہے امدادی رقوم اور سامان لیکر جمعیۃ کا ایک وفد بہت جلد سوات جا رہا ہے

اجلاس

جمعیۃ علماء اسلام فورٹ عباس

فورٹ عباس جمعیۃ علماء اسلام کے اجلاس کی قراردادیں

(۱) شرکائے اجلاس نے حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری کی وفات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی،

(۲) ملک کے شمالی علاقہ قصبہ تین میں شدید زلزلے سے بے گھر ہونیوالے افراد سے اظہار ہمدردی کیا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ بے گھر ہونیوالے افراد کی آباد کاری کا کام فوری کیا جائے اور یتیم بچوں کا مستقل انتظام کیا جائے

(۳) مرزا ناصر کی حالیہ سالانہ جلسہ ربوہ کی تقریر کو اشتعال انگیز قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ

(الف) مرزا ناصر کو گرفتار کیا جائے

(ب) ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے

(ج) مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے برطرف کیا جائے،

قراردادیں

ملتان ۷ جنوری بروز بدھ بعد نماز عشاء جمعیۃ علماء اسلام حلقہ کمہار منڈی کا ماہانہ اجلاس حکیم مختار صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا اجلاس میں امیر جمعیۃ مفتی بشیر احمد پسروری کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا اور ان کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین، نیز اجلاس عوامی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک سے فحاشی عریانی اور غنڈہ گردی کو فوراً ختم کیا جائے

اظہار تعزیت

جمعیۃ علماء اسلام شورکوٹ روڈ نے اپنے ایک اجلاس میں مولانا بشیر احمد صاحب پسروری کی وفات پر اظہار افسوس کیا مولانا کی خدمات کو سراہا گیا اور ان کے لئے دعا مغفرت کی گئی اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

تنظیمی دورہ

جمعیۃ علماء اسلام جہلم کے سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد اکرم زاہد نائب امیر حاجی عبدالرشید صاحب اور سالار ضلع مولوی محمد شفیع صاحب نے گذشتہ دنوں دینہ کا تنظیمی دورہ کیا دینہ میں چوہدری عبدالمجید صاحب کی زیر صدارت اجلاس منعقد ہوا جس میں دینہ شہر کی تنظیمی صورت حال پر غور کیا گیا اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جناب محمد اکرم زاہد نے کہا کہ جمعیۃ کے کارکن ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں موجودہ حکومت امن وامان بحال کرنے میں ناکام ہو گئی ہے مولانا مفتی محمود صاحب کے خلاف حنیف رامے صاحب کے الزامات کی پرزور مذمت کی گئی آخر میں مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا امیر مولانا محمد صادق صدیقی نائب امیر اول قاری محمد شریف نائب امیر دوئم چوہدری عبدالمجید سالار اعلیٰ محمد صدیق صاحب سالار محمد اسماعیل انصاری خازن قدرت اللہ صاحب سیکرٹری نشریات حافظ محمد رفیق

انتخاب

جمعیۃ علماء اسلام فٹ فیڈر تحصیل پٹیل ڈیرہ کے ایک اجلاس میں مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا امیر پیر رشید احمد شاہ نائب امیر مولانا احسان اللہ صاحب زبیری مغربی علاقوں کے لیے امیر مولانا خدا بخش صاحب لانگو جنرل سیکرٹری ڈاکٹر محمد حیات صاحب جعفری سیکرٹری ڈاکٹر عبدالمجید جالندھری سیکرٹری نشریات مولانا عبدالغنی صاحب ماسولی خزانچی مولانا اللہ بخش بلیدی اور قاضی غلام حسین میر اجلاس کے آخر میں ایک قرارداد کے ذریعے مولانا عبداللہ درخواستی مولانا مفتی محمود اور مولانا عبیداللہ انور کی قیادت پر مکمل اعتماد کیا گیا،

مبلغین کا تقرر

سید نیاز احمد گیلانی امیر جمعیۃ علمائے اسلام ضلع ملتان نے تحصیل وہاڑی کے لئے مولوی محمد یار اور مولوی محمد سلیمان کو مبلغ مقرر کیا ہے یہ دونوں مبلغ ضلع ملتان کے مبلغ مولانا منظور الحق رحمانی کے ماتحت کام کریں گے کہروڑ پکا جمعیۃ علمائے اسلام نے بھی ایک ہمہ وقتی مبلغ مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے معقول تنخواہ دی جائے گی جماعت کے احباب جو خلوص سے کام کرنے کے متمنی ہوں قاری نورالحق قریشی امیر جمعیۃ علماء اسلام کہروڑ پکا سے رابطہ قائم کریں،

قرارداد مذمت

جمعیۃ علماء اسلام پخہ غلام پشاور کے امیر ڈاکٹر یونس اور جنرل سیکرٹری حافظ سمیع اللہ نے ایک مشترکہ بیان میں مولانا نورالحق ناظم جمعیۃ نوشہرہ تحصیل کے قتل پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور اسے ایک بزدلانہ اور ظالمانہ حرکت قرار دیتے ہوئے شدید مذمت کی ہے،

انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ مولانا نورالحق مرحوم ایک حق گو عالم دین اور جمعیۃ کے نڈر اور بیباک رہنماؤں میں سے تھے وہ حق گوئی اور اسلام دوستی کی وجہ سے اپنے علاقے کی جانی پہچانی شخصیت تھے بحالی جمہوریت اور تحفظ ختم نبوت کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نمایاں کردار ادا کیا ڈی۔ پی۔ آر کے تحت پے در پے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں گویا وہ باطل قوتوں اور طاغوتی طاقتوں کے لئے ایک ننگی تلوار تھے۔ موجودہ حالات اور ان کے حسن کردار کی وجہ سے ان کے قتل کو خارج از سیاست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حکومت کے موجودہ دور میں یہ کوئی پہلا قتل نہیں اور نہ کوئی انوکھی بات ہے اس سے پہلے بھی ملک کی ممتاز شخصیتوں کو قتل کیا گیا،

خصوصاً بلوچستان میں مولانا شمس الدین جیسے مرد حق کو شہید کیا گیا،

اربابِ دانش

تاثرات

احساسات — پیغامات

ہمارا مطالبہ

محترم جناب ایڈیٹر صاحب اسلام علیکم ہم ترجمان اسلام کی وساطت سے "عوامی حکومت" کی توجہ ایک ضروری امر کی طرف مندول کرانا چاہتے ہیں

تقریباً چھبیس سال سے ہم لوگ شورکوٹ روڈ میں آباد ہیں ہم تمام لوگ مہاجر ہیں پہلے یہ قصبہ یونین کونسل ٹاؤن کمیٹی کے زیر نگرانی ترقی کر رہا تھا ١٩٦٨ء سے کنٹونمنٹ بورڈ کی تحویل میں آتے ہی بورڈ نے غریب عوام کو تنگ کرنا شروع کر دیا مکان تعمیر کرنے اور مرمت کرانے کی قطعاً اجازت نہیں ہر وقت غریب عوام پہ ظلم و تشدد کرتے رہتے ہیں اکثر افسران رشوت خور ہیں۔ لہٰذا ہم اہل شورکوٹ روڈ مطالبہ کرتے ہیں کہ محکمہ مال اور ٹاؤن کمیٹی کو بحال کر کے ہمیں اس عذاب سے نجات دلائی جائے بصورت دیگر عوام ہڑتال کریں گے۔

ارا کین جمیعۃ علماء اسلام حلقہ شورکوٹ

ناظم عمومی صوفی محمد صدیق۔

محترم اکرام القادری صاحب

رئیس الادارہ "ترجمان اسلام" لاہور

اسلام علیکم

الحمد اللہ کہ ترجمان اسلام اپنی نئی آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ ظاہری و معنوی خوبصورتی دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

جملہ غزلیں خصوصاً "مذاق شاعرانہ" بہت پسند آئی ہیں۔

برادرم :۔ میدان صحافت میں آنا مبارک ہو دلی دعا ہے کہ رب العزت آپ کو اور ترجمان اسلام کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کریں۔

فقط

احباب کو سلام مسنون — دعاگو و دعا جو

سید اسرار الحق شاہ

خطیب جامع مسجد لورہ۔ ڈاک خانہ خاص

براستہ گھوڑا گلی تحصیل ایبٹ آباد

محترم جناب اکرام القادری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مزاج گرامی کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ "ترجمان اسلام کی" نئی زندگی نئی ترتیب پر آپ کو ہدیہ تبریک پیش کروں لیکن سستی و کاہلی دامن گیر آج جب "ترجمان اسلام کو دیکھا تو پھر دل میں تہیہ کر لیا کہ آج شب کو ضرور چند تہنیتی الفاظ لکھوں۔ ماشاء اللہ اب "ترجمان اسلام" ظاہری اور معنوی خوبیوں سے مزین ہے اب امید کی جا سکتی ہے کہ ترجمان اسلام جدید خطوط پر چلکر اچھی خاصی ترقی کرے گا۔ ایک بات جو خاص قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ حتی المقدور رسالہ املائی و انشائی اغلاط سے پاک ہو کسی لفظ کی حرکات ضبط کرنا مقصود ہو تو حرکات ضبط درست ہوں فقط والسلام مع الاکرام

دعاگو عبدالحق عابد خطیب جامع مسجد عثمانیہ

میاں چنوں

مکرمی و محترمی اکرام القادری صاحب

سلام مسنون — ترجمان اسلام کی تحسین

نشاۃ ثانیہ پر میری طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس راہِ ترقی پر ہمیشہ گامزن رکھے۔

جمیعۃ طلباء اسلام جموں و کشمیر بھی آپ کو اور ادارہ کے تمام ارکان کو پر مسرت مبارک باد پیش کرتی ہے۔ — فقط والسلام

خاکپائے اکابرؒ ضیاء الرحمٰن چوہدری

جنرل سیکرٹری جمیعۃ طلباء اسلام

جموّں و کشمیر

گرامی قدر جناب اکرام القادری صاحب دام مجدکم

سلام و نیاز کے بعد ترجمان اسلام کے کئی شمارے نظر سے گزرے۔ بحمد للہ نئے شمارے کی نئی نوعیت کو دیکھ کر ہماری دیرینہ تمنا پوری ہوئی۔ جناب کی سعی کامل اور بذل المجہود نے یقیناً ہمارے جذبات اور امنگوں کی اکمل ترین عکاسی کی ہے۔ خصوصاً" بلوچستان کے حالات پر جناب والا کی توجہ نے ہمارے دلوں کو ٹھنڈک بہم پہونچائی۔ دعا کرتے ہیں کہ خدا آپ کی سعی و کوشش قبول فرمائے اور اسلامی انقلاب کے داعی مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب دام ظلہ کے زیر سایہ ترجمان اسلام کو قوم و ملک کی ہدایت کے بدر منیر بنائے۔ آخر میں انجمن شبانِ شمس الدین شہید کے تمام طلبا کی طرف سے آپ کو اس جدوجہد پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ — والسلام

عبدالمنان ناصر بلوچستانی۔ متعلّم دارالعلوم حقانیہ

(اکوڑہ خٹک ضلع پشاور)

طلباء کی سرگرمیاں

مولانا غلام قادر اور امیر حمزہ مسجد کی شہادت پر احتجاج کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیے گئے۔

گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت پور سٹوڈنٹس یونین کے صدر اور سیکرٹری جنرل جمعیۃ میں شامل ہو گئے

رپورٹ: محمد فاروق قریشی

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کے سرپرست مولانا غلام قادر صاحب اور خیرپور ڈویژن کے کنوینر جناب امیر حمزہ صاحب گڑھی خدا بخش بھٹو لاڑکانہ میں مسجد کی شہادت پر احتجاج کرنے پر گرفتار کر لیے گئے۔ جبکہ جمعیۃ طلباء اسلام کے صوبائی ناظم عمومی جناب محمد اقبال شیخ شکارپور کے صدر حزب اللہ اور ناظم نذیر احمد نہوار کے وارنٹ گرفتاری گردش کر رہے ہیں۔

مرکزی ناظم عمومی جناب سید مطلوب علی صاحب زیدی نے حکومتِ سندھ کے اس اقدام کی پرزور مذمت کی اور صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ان رہنماؤں کو فی الفور رہا کر دے ورنہ حالات کی تمام تر ذمہ داری صوبہ سندھ کی ناکارہ حکومت پر ہو گی۔ جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کے صدر جناب عبدالغفور شاہ اور ناظمِ نشریات جناب محمد اسلم صاحب شیخ نے صوبہ سندھ کی حکومت کو متنبہ کیا کہ حکومت ان اوچھے ہتھکنڈوں سے طلباء کے دلوں سے اسلامی حمیت ختم نہیں کر سکتی اور اپنے مقاصدِ مذمومہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

جمعیۃ طلباءِ اسلام پنجاب کے کنونشن

جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کے ضلع وائز تربیتی کنونشن منعقد ہو رہے ہیں ان کی ابتداء جمعہ ۳ جنوری کو ضلع رحیم یار خان سے ہوئی۔ اور اب تک ضلع رحیم یار خان، ضلع بہاولپور، ضلع بہاونگر اور ضلع ملتان کے پروگرام بحسن و خوبی اختتام پذیر ہو چکے ہیں۔ درج ذیل سطور میں تین اضلاع کے کنونشن کی مختصر روئداد پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ضلع رحیم یار خان

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کا پہلا تربیتی کنونشن ضلع رحیم یار خان سے شروع ہوا۔ اس کا انعقاد ۳ جنوری بروز جمعہ مدرسہ جامع حسینیہ میں کیا گیا۔ پہلے تربیتی اجلاس منعقد ہوا جو صبح ۱۰ بجے تا ۱۲ بجے دوپہر جاری رہا۔ اجلاس میں ضلع سے آئے ہوئے طلباء وفود نے اپنے علاقے کی کارکردگی پیش کی۔ اس کے بعد مرکزی قائم مقام صدر جناب میاں محمد عارف، صوبائی صدر جناب رانا شمشاد علی اور صوبائی ناظم عمومی حافظ محمد طاہر نے تقاریر کیں۔

بعد از جمعہ جلسۂ عام سے مرکزی ناظم عبدالمتین چوہدری اور صوبائی نائب صدر ندیم اقبال نے ولولہ انگیز خطاب کیا۔

بہاولپور

دوسرے روز طلباء راہنما جب بہاولپور پہنچے تو اسٹیشن پر صوبائی صدر رانا شمشاد علی خاں کی معیت میں طلباء کی کافی تعداد نے اپنے ساتھیوں کا استقبال کیا۔

حسبِ پروگرام صبح ۱۲ سے ۲ بجے دوپہر تک تربیتی اجلاس ہوا۔ جس سے حافظ محمد مطاہر صاحب نے خطاب کیا۔ بعد از ظہر میاں محمد عارف صاحب نے طلباء کو بتایا کہ علماء حق کی قیادت کیوں ضروری ہے؟ میاں صاحب کی تقریر نمازِ عصر تک جاری رہی جبکہ بعد العصر میاں محمد عارف صاحب اور رانا شمشاد علی صاحب نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا

نمازِ عشاء کے بعد ایک جلسہ عام ہوا جس سے جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے سرکردہ راہنماؤں نے خطاب کیا۔ کنونشن میں ۷۰ سے زائد، مندوبین نے شرکت کی۔

بہاولنگر

۵ جنوری کو دوپہر ۱۲ بجے جمعیۃ طلباءِ اسلام کے راہنما جب بہاولنگر پہنچے تو وہاں صوبائی نائب صدر اور گورنمنٹ کالج چشتیاں سٹوڈنٹس یونین کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے سینکڑوں طلباء کی ہمراہی میں اپنے محترم دوستوں کا استقبال کیا۔ اس سے قبل تربیتی اجلاس جس میں ضلع کے مختلف مقامات سے آئے ہوئے ۹۰ طلباء شریک تھے۔ منعقد ہوا اور صوبائی نائب صدر نے خطاب کیا۔ دوسری نشست جو دو بجے دوپہر

تک جاری رہی۔ اس میں طلباء وفود نے علاقہ وائز رپورٹیں پیش کیں۔ تیسری نشست بعد از ظہر تا عصر زیر صدارت جناب کرامت علی صاحب وٹو منعقد ہوئی۔ جس سے حافظ محمد طاہر صاحب اور رانا شمشاد علی صاحب نے خطاب کیا۔

چوتھی نشست صوبائی صدر کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ جس سے میاں محمد عارف صاحب نے خطاب کیا اور طلباء کے سوالات کے جواب دیئے۔ اس کے بعد آئندہ دو سال کے لیے مندرجہ ذیل ضلعی انتخاب عمل میں آیا۔

۱۔ صدر :- میاں محمد افضل وٹو
گورنمنٹ ڈگری کالج بہاولنگر

۲۔ نائب صدر :- راؤ محمد اقبال محسن خاں
گورنمنٹ انٹر کالج ہارون آباد

۳۔ ناظم عمومی :- غلام مصطفیٰ مجاہد
گورنمنٹ ڈگری کالج بہاولنگر

۴۔ ناظم :- محمد ضیاء الواسطی زیدی
مدرسہ عربیہ منچن آباد

۵۔ ناظم مالیات :- محمد یوسف صاحب
مدرسہ عربیہ منچن آباد

۶۔ ناظم نشریات :- عبدالرؤف یورش
گورنمنٹ ڈگری کالج بہاولنگر

بعد ازاں قائم مقام مرکزی صدر میاں محمد عارف نے منتخب اراکین عاملہ سے حلفِ وفاداری لیا۔

بعد العشاء جلسہ عام منعقد ہوا جس میں میاں محمد عارف۔ رانا شمشاد علی خاں۔ حافظ محمد طاہر اور ندیم اقبال اعوان نے خطاب کیا۔

دوسرے اضلاع کے تربیتی کنونشن حسب ذیل پروگرام کے تحت ہوں گے۔

۱۔ ضلع میانوالی ۱۷ جنوری بروز جمعہ
۲۔ ضلع سرگودھا ۱۸ " بروز ہفتہ
۳۔ ضلع شیخوپورہ ۲۳ " بروز جمعرات
۴۔ ضلع گوجرانوالہ ۲۴ " بروز جمعہ
۵۔ ضلع سیالکوٹ ۲۵ " بروز ہفتہ
۶۔ ضلع لاہور ۲۶ " بروز اتوار

شرکاء حضرات

سید نیاز احمد شاہ گیلانی ۔ مولانا منظور احسن مجوبی
مولانا عبدالمجید صاحب ۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب
میاں محمد عارف ۔ سید مطلوب علی زیدی
جاوید ابراہیم پراچہ ۔ عبدالمتین چوہدری
رانا شمشاد علی خاں ۔ ندیم اقبال اعوان
ضیاء الرحمٰن فاروقی ۔ حافظ محمد طاہر
سید عشرت علی زیدی ۔ محمد اقبال شروانی
عبدالرؤف ربانی اور محمد یوسف ولی اللہ۔

ضلع لاہور کے کنونشن تک مرکزی صدر جناب محمد اسلوب قریشی اور سرپرست اعلیٰ مولانا سعید احمد صاحب رائپوری فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد لاہور تشریف لے آئیں گے۔ لہٰذا لاہور کنونشن میں دونوں حضرات اور مولانا عبیداللہ صاحب انور بھی شریک ہونگے۔

شمولیت

گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت پور سٹوڈنٹس یونین کے صدر جناب سید محمد طیب اور سیکرٹری جنرل جناب فاروق احمد رحمانی، جو گذشتہ دنوں قائد اعظم سیمینار میں شرکت کے لیے لاہور آئے تھے۔ جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر تشریف لائے اور جمعیۃ کے اغراض ومقاصد کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

ہر دو طالب علم راہنماؤں نے اپنے حلف نامے میں جو انھوں نے مرکزی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے نام لکھا ہے کہا کہ جمعیۃ طلباء اسلام ہی ملک میں طلباء کی واحد اسلامی تنظیم ہے جو کہ معاشرہ میں اسلامی طریق پر تعلیمی اصلاحات کو نافذ کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

عبدالمتین چوہدری کی ضمانت قبل از گرفتاری منظور

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے ناظم عبدالمتین چوہدری کی ضمانت قبل از گرفتاری، ایڈیشنل سیشن جج جھنگ نے منظور کر لی۔

عدالت نے ۵۰۰۰ روپے کا مچلکہ داخل کرنے اور ۱۶ جنوری تک ریکارڈ عدالت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ واضح رہے کہ عبدالمتین صاحب چوہدری نے ۲۰ دسمبر کو احرار پارک جھنگ میں تقریر کی تھی۔

ضروری اعلان

گذشتہ شمارہ میں بھی اعلان کیا گیا تھا کہ تمام شاخیں عزم ٹریکٹ نمبر ۲ کے بعد میں ہونے والی تمام کارروائی (خواہ وہ تنظیمی اجلاس و انتخابات ہوں یا کالج یونین الیکشن میں کامیابی) جلد از جلد مرکزی دفتر ارسال فرمائیں۔ دوبارہ پھر تمام شاخوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فوری طور مکمل رپورٹ، صدر دفتر ۵۶ میکلوڈ روڈ بنام مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب محمد فاروق قریشی ارسال کریں تاکہ عزم نمبر ۵ کی ترتیب مکمل ہو سکے۔

سید مطلوب علی زیدی
ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

دعائے صحت

"جمعیۃ خدام الاسلام" حیدر آباد کے جنرل سیکرٹری صاحب جناب مظفر علی صاحب دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے سخت علیل ہیں۔ جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی ناظم عمومی جناب سید مطلوب علی زیدی نے ان کی علالت پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

ٹیلیفون نمبر ۶۷۷۱۵ | ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۱۳۲

تاریخی شہر لاہور میں تاریخ ساز اجتماع

زیر اہتمام
کُل پاکستان
جمعیۃ
عُلماءِ اسلام

کل پاکستان
نظامِ شریعت کانفرنس

بتاریخ
۲۱، ۲۲، ۲۳
مارچ ۱۹۷۵ء
۷، ۸، ۹
ربیع الاول
۱۳۹۵ھ

۱۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مقدس مہینہ میں اسلامیانِ پاکستان، نظام شریعت کے عملی نفاذ کی جدّ و جُہد کا عہد کریں گے۔

۲۔ فرنگی کے معاشی، معاشرتی، سیاسی، قانونی، تعلیمی اور تہذیبی نظام پر فیصلہ کُن ضرب لگائی جائے گی۔

۳۔ علماء کرام، طلبہ، وُکلاء، تاجر، محنت کش، مزدور، کسان اور دیگر طبقوں کے مابین اسلامی اخوت، محبت اور یگانگت کا شاندار مظاہرہ ہوگا۔

۴۔ امام العصر امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قافلہ حق، دعوت و عزیمت سفر نو کا آغاز کرے گا۔

نوٹ: تاریخیں نوٹ فرمالیں اور جمعیۃ علماء اسلام کے تمام اراکین و وابستگان کانفرنس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لیے بھرپور کوشش شروع کر دیں۔

منجانب: مجلسِ استقبالیہ کُل پاکستان نظامِ شریعت کانفرنس لاہور